हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या..

पुस्तक संख्या..

क्रम संख्या............................ १२२६

سلسلہ مطبوعات صوفی ۳

یاسمینِ شام

مصنّفہ

مصوّرِ غم علّامہ راشد الخیری صاحب دہلوی

جسے

ملک محمد الدین صاحب مینجنگ ڈائرکٹر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ

پنڈی بہاؤ الدین پنجاب نے باخذ جملہ حقوق

کمپنی کی طرف سے

اسلامیہ سٹیم پریس [illegible] باہتمام منشی محمد [illegible] پرنٹر چھپوایا

بار دوم   تعداد ایک ہزار   قیمت فی جلد [illegible]

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاءوالدین پنجاب

حسب ذیل اصحاب نے پچیس یا زیادہ حصص خریدے۔ ابھی حصص فروخت ہو رہے ہیں۔ ہر ایک حصہ دار کا نام ہمیشہ کے لئے کتابوں پر لکھا جاتا ہے۔ پچیس یا اس سے زیادہ حصے خریدیے، آپ فوراً قواعد منگا کر حصے خریدلیں۔

ڈائرکٹر صاحبان (۱) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بی۔اے (آکسن) ایل۔ ایل۔ڈی بیرسٹرایٹ لاء لاہور (۲) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لاء گجرات (۳) سردار محمد عبداللہ خانصاحب افسر خزانہ بغداد شریف (۴) رحمت علی خانصاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ کیلی فورنیا (۵) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین مینیجنگ ڈائرکٹر۔

اعزازی مشیران (۱) ابوالبرکات حضرت مولانا مولوی عبدالمالک صاحب سابق مشیر مال بہاولپور رئیس اعظم کھوڑی ضلع گجرات (۲) مولانا مولوی سعید انصاری صاحب رکن دارالمصنفین اعظم گڈھ۔

حصہ داران (۱) حضرت سجادہ نشین صاحب جلالپور شریف (۲) بابو دیال داس صاحب مکھیجہ ہیڈ کلرک سپلائی و ٹرنسپورٹ بوشہر ایران (۳) کپتان جمال الدین صاحب بہادر۔ آئی۔ایم۔ایس آگرہ (۴) جمعدار عطا محمد صاحب ساکن بھورہ حال ۴/۱۲ فرانٹیئر فورس علی پور (۵) ایم۔ ایم اسلم خانصاحب پیٹرس ۂوس کالج کیمبرج (۶) ملک دیا رام صاحب پنجاب پولیس گجرات (۷) چوہدری عالم الدین صاحب آف سہنہ انسپکٹر ڈاکخانجات لورالائی بلوچستان

۷۸۶

یاسمین شام

(۱)

یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے بیسیوں لڑکیاں پیوند زمین کر دیں ایک صدی پوری گذر گئی مگر ہمارے خاندان میں لڑکی کا وجود نہیں کوئی معقول اور شریف انسان بیٹی کا باپ بننے کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے داماد کی صورت دیکھوں کیا تیرا یہ مطلب ہے کہ جو لڑکے میرے ہاں پیدا ہونگے وہ بہنوئی سے ملیں اور بولیں۔ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ایسے بھی بے غیرت موجود ہیں مجھے یہ بھی خبر ہے کہ جو گمراہ مسلمانوں کے بہکائے میں آگئے ہیں انہوں نے یہ رسم موقوف کردی لیکن ایسے بیحیا ہمارے واسطے نمونہ نہیں ہو سکتے۔ مجھے اگر یہ یقین ہو جائے کہ تیرے ہاں لڑکی پیدا ہوگی تو ابھی تجھ کو ذبح کر دوں میں اسوقت پر یہاں نہ ہونگا اور تیرے مکر سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ نہ معلوم کیا فساد کھڑا رکھے۔ تیری غرض یہ ہے کہ لڑکی ہو اور زندہ رہے بیٹی ہو اور ناک کٹوائے کیا کروں مجبور ہوں کہ میں ٹھہر نہیں سکتا ورنہ اپنے ہاتھ سے اس نامراد لڑکی کا جو تیرے پیٹ سے پیدا ہوگی گلا گھونٹتا اور تجھ کو دکھاتا کہ اس مخلوق کا انجام یہ ہے مجھے جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تو بیٹی کو زندہ رکھنے کی خواہشمند ہے اسوقت سے میں تیری بھی جان کا دشمن ہوں اور اگر تو زیادہ چیں بیں کرے۔ تو میں اس بات سے

واسطے بھی تیار ہوں کہ پیدائش کا نتیجہ دیکھنے سے پہلے تیرا خاتمہ کر دوں۔

اتنا کہہ کر یرموز نے کمر سے خنجر نکال لیا اُس کی آنکھوں سے خون برسنے لگا اور مُنہ سے کف جاری ہو گئے۔

روآنہ جو اب تک شوہر کی بات کا جواب دیتی تھی بگڑتی تھی سنبھلتی تھی ہنستی تھی اور روتی تھی اسوقت بالکل ہی ساکت ہو گئی یہ تو وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ یرموز بیٹی کی جان کا نہیں نام کا دشمن ہے۔ مگر اس کا خیال تھا کہ اِس اُتار چڑھاؤ میں ممکن ہے کہ پھنس جائے لیکن اب خنجر کی صورت دیکھ کر۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔

یرموز کا غصہ خنجر نکالتے ہی آگ کی طرح بھڑکا اُس نے نہایت بیرحمی سے روآنہ کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور کہنے لگا ہاں اب کیا کہتی ہے۔

روآنہ جس کے وہم و گمان میں بھی شوہر کا یہ طیش نہ تھا کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی وہ جانتی تھی کہ روسیہ قبیلہ کا یہ جفاکار انسان جو قتل کو معمولی کھیل سمجھتا ہے اسوقت جو کچھ بھی نہ کر گذرے تھوڑا ہے۔ اس کی نگاہ نیچی تھی مگر اس کی حالت سے ندامت ظاہر ہو رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہے۔

یرموز نے پھر دانت پیسے اور کہا۔ اب کہہ کیا کہتی ہے۔

اِسوقت پھر روآنہ کا ہاتھ یرموز کے ہاتھ میں تھا اور غصہ کے انتہائی اثرات اُس کی صورت سے ظاہر ہو رہے تھے اس نے اب بیوی کے ہاتھ کو زور سے جھٹکا اور پھر کہا۔

"ہاں اب کہہ کیا کہتی ہے"

اس مرتبہ یرموز کے لہجہ میں درشتی نسبتاً کم تھی اور یہ وہی وجہ تھی کہ روآنہ کی شرمندہ آنکھیں نیچے سے اوپر اُٹھیں۔ اُس نے شوہر کی صورت دیکھی اور کہا۔

میری کیا مجال ہے کہ میں تمہاری رائے سے اختلاف کروں میں تو تم سے پہلے

لڑکی کے قتل کو موجود ہوں۔

میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ لڑکی زندہ رہے اوّل تو وقت ہم کو ایسی منحوس صورت دکھائے ہی نہیں اور اگر دُکھ بیماری کی طرح یہ بلا نازل ہو تو اس پھوڑے کو چیرنے کے واسطے میں خود موجود ہوں۔ تم میرا مطلب نہ سمجھے میں یہ کہتی تھی کہ لڑکی ہوئی تو کیا اسوقت تک زندہ رکھوں جب تک تم واپس آؤ۔

پرموز۔ ممکن ہے میں غلط سمجھا ہوں اور تیرا مطلب یہ ہو مگر تیرے تیور کہہ رہے تھے کہ تو بیٹی کی حمایت لے رہی ہے۔

رومانہ۔ ہرگز نہیں اگر تم ہوتے تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ اس کا خاتمہ کرنے میں سب سے پہلے میرے ہاتھ آگے بڑھے۔

پرموز۔ یہ کیونکر ممکن تھا میں پیدائش کے بعد ایک لمحہ بھی اس کی زندگی حرام سمجھتا اور اس کی نہیں اپنی بھی۔

رومانہ۔ تم کو زندگی اور موت دونوں خبریں ساتھ ہی پہنچتیں۔

پرموز۔ پھر بھی میں اسوقت تجھ سے بدظن ہو چکا ہوں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ تجھ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں نہ معلوم تو میرے بعد کیا گُل کھلا بیٹھے۔ مجھے راستہ کی تمام مصیبتیں منظور مگر تجھے اکیلا چھوڑنا منظور نہیں۔

رُومانہ۔ میں یہ کب چاہتی ہوں۔

پرموز۔ لیکن تیرا ساتھ لے چلنا بھی آفت سے کم نہیں۔

رُومانہ۔ تو تم بھروسہ کرو کہ میں غفلت نہ کرونگی۔

پرموز۔ نہیں مجھے اعتبار نہیں۔

اسوقت پرموز کا غصہ فکر سے بدل گیا تھا اُس نے رومانہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور خاموشی کے ساتھ اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ رومانہ کی صورت پر بھی اب وہ خوف تو نہ تھا مگر

پھر بھی ایک قسم کی تشویش برس رہی تھی دونوں خاموش تھے اور یہ خاموشی قریب قریب آدھ گھنٹہ تک بدستور جاری رہی کہ یرموز نے کہا۔

کیا کہوں عقل کام نہیں کرتی اگر میرا تنہا جانا ہوتا تو ہرگز تجھ کو یہاں نہ چھوڑتا۔ قافلہ ساتھ ہے دن گرم۔ راستہ خراب۔ تاہم یہ ہی مناسب ہے کہ تو میرے ساتھ چل۔

رُومانہ۔ نہایت خوشی سے۔

یرموز۔ مگر بعض مقامات پر پیدل چلنا ہوگا۔

رُومانہ۔ مجبوری ہے کیا کیا جائے۔

یرموز۔ .. ..

رُومانہ۔ مَیں بچہ پیدا ہونے کے بعد آ جاؤنگی۔

یرموز۔ تنہا آنا بھی تو ممکن نہیں۔

رُومانہ۔ اب جو حکم ہو۔

یرموز۔ اچھا مَیں جاتا ہوں لیکن یہ یاد رکھ کہ اگر تیرے پیٹ سے لڑکی پیدا ہوئی اور وہ دُنیا میں ایک لمحہ بھی زندہ رہی تو اُس کا بار تیری گردن پر ہوگا۔

رُومانہ۔ تم میری طرف سے اسقدر بدظن نہ ہو۔

یرموز۔ مَیں احتیاطاً کہتا ہوں۔

رُومانہ۔ مطمئن رہو اور خاطر جمع رکھو۔

یرموز۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو یہ نشان جو میرے گلے میں پڑا ہُوا ہے اور مَیں اسوقت تجھ کو دیتا ہوں اُس کے گلے میں ڈالدیجیو یہ ہمارا خاندانی نشان ہے اور اگر لڑکی ہو تو تیرا فرض ہے کہ پیدا ہوتے ہی اُس کو جان سے مار ڈالیو۔

رُومانہ۔ یہ نشان جہانتک مجھ کو یاد ہے تمہاری ماں کے گلے میں بھی تھا۔

یرموز۔ ہاں یہ میرے باپ کی حماقت تھی درحقیقت یہ میرے گلے میں رہنا چاہئے

تھا جو ماں کے بعد مجھ کو ملا۔

رُومانہ۔ نہیں جس طرح حکم ہے اُسی طرح تعمیل کرونگی ÷

(۲)

اسلام کی منوّر شعاعیں دُور دُور پہنچ چکی تھیں عرب کا بڑا حصّہ اس روشنی سے جگمگا رہا تھا جن قبیلوں کی پُشتیں اور عمریں قزّاقی اور سفّاکی میں بسر ہوئی تھیں رسُولِ عربی صلعم پر ایمان لا چکے تھے جن گھروں اور خاندانوں میں بُت پرستی گھُٹی میں داخل تھی وہ خدائے واحد کے روبرو جھُک گئے تھے اور جہاں شب و روز قتل و غارت کی گھٹائیں جھوم جھُوم کر برستی تھیں حیات انسانی کا مطلع تیرہ و تار تھا وہاں اب کلمۃ الحق کی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور انسانیت کا جلوہ ہر سمت نظر آ رہا تھا لیکن اب بھی بعض قبیلے بدستور اپنی دھُن میں غرق تھے اور اسلام کی دشمنی پر دن رات کمربستہ وقت نے ان کیفیتوں کی طاقت اور گمراہوں کی تعداد گو اب بہت کم کر دی تھی اور صداقت اسلام کا ڈنکا دُور دُور بج چکا تھا لیکن عرب ابھی اُن نفوس سے پاک نہ ہُوا تھا جو خدا سے ہزاروں کوس دُور اور نفسانی خواہشوں میں غرق تھے۔ ارشاد باری کا ڈھنڈورا علی الاعلان پٹ چُکا تھا اور خود حکومت لڑکیوں کی زندگی لازمی اور ضروری سمجھ رہی تھی جرائم کی سزائیں کھُلم کھلا اور دن رات ملتی تھیں مگر ابھی تک یہ مذموم رسم ناپید نہ ہوئی تھی اور کسی نہ کسی طرف سے یہ جگر خراش صدا کان میں آ ہی جاتی تھی۔

قمر اسلام بُرج مدینہ میں آرام کر چکا تھا۔ خلافتِ صدیقی گنتی کے چند روز اپنا رُخ روشن دُنیا کو دکھا کر بساطِ حیات سے رخصت ہو چکی تھی اور اس وقت مسند اسلام پر وہ زبردست ہستی جلوہ افروز تھی جس کا نام سُن کر بڑی سے بڑی طاقتیں تھرّاتی تھیں فارس اور ایران کے عالیشان محل خلوص اسلام کے رُوبرو سرنگوں ہو چکے تھے . . . . .

. . . . اور تیغ فاروقی حق کی حمایت میں بدستور چمک رہی تھی۔ متفقہ دُنیا ایران کی

خونریز لڑائیوں میں ایڑی سے چوٹی تک کے زور لگا چکی تھی مگر اسلامی سیلاب پیامِ حق تھا جو طوفانِ نوحؑ کی طرح کسی جگہ نہ رُکا بڑے بڑے جرّی اچھے اچھے شجاع اپنی کوششوں میں ناکام ہوئے قیصر و کسریٰ کے محلوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ یزدگرد و رستم زمین کا پیوند ہو گئے۔ لیکن اسلام کی حقانیت میں فرق نہ آیا۔

دمشق کی فتح معمولی فتح نہ تھی۔ عیسائیوں کے ہوش اُڑ گئے اور اب کیفیت یہ تھی کہ اسلام کے نام پر عیسائی دانت پیستے تھے۔ ہرقل معمولی شخصیت کا انسان نہ تھا۔ دمشق کی شکست کا حال جسوقت اُس نے سُنا۔ چکرا کر زمین پر گرا جس وقت ہوش آیا تو اُس نے چاروں طرف قاصد دوڑائے خط لکھے آدمی بھیجے اور پانچ ہفتہ کے اندر اندر ایک لاکھ بہادر اُس کے پاس آکر جمع ہو گئے صبح کا سہانا وقت تھا کہ ہرقل اپنے محل سے باہر نکلا اور آدمیوں سے کہا۔

نابکار مسلمانوں نے جو ستم ڈھائے اُن کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ . . . .

. . . ایسا ظلم اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے آج تک کسی قوم نے نہ کیا ہوگا تم کو معلوم ہے کہ تمہارے گھر چھن گئے تمہارے عزیز چھُٹ گئے تمہاری دولت لٹ گئی تمہاری حالت خانہ بدوش صحرائیوں سے زیادہ نہیں مُٹھی بھر قزاقوں کا یہ گروہ اور تم بہادروں کی یہ پست ہمتی اب وہ وقت آگیا کہ ہم خودکشی کر لیں اور اپنا مُنہ دُنیا کو نہ دکھائیں اگر تمہاری بے حمیتی کی یہ ہی کیفیت ہے تو یاد رکھو کہ مسلمان تم کو غلام اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنائینگے۔

جانوروں کی زندگی تم سے بہتر اور قیدیوں کی عزت تم سے زیادہ ہوگی تم اپنے ہی اوپر نہیں اپنی آیندہ نسلوں پر بھی وہ ظلم کرو گے جس کی مثال اسوقت دنیا میں موجود نہیں تم کو دُنیا کیا کہیگی قوم تمہاری بابت کیا خیال کرے گی اور پیدا ہونے والے تم کو کس نظر

سے دیکھیں گے یہ فیصلہ تم خود ہی کر لو تم اپنے ہاتھ سے جان بوجھ کر دیکھ بھال کر اور سمجھ کر اپنا گھر اپنا مُلک اپنے اہل و عیال دشمنوں کے سپرد کرتے ہو سوچو اور غور کرو مسلمانوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا کیا اُن عزیزوں کی ہڈیاں جن کو کفن بھی میسّر نہ آیا تمہاری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا نہیں اُٹھو اور بے حمیتی کو دُور کرو جان پر کھیلو اور ظالموں کو دکھا دو کہ رومی کچھ سکت بھی رکھتے ہیں۔ ہرقل کی گفتگو ختم ہوئی تو لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہ رہی تھیں وہ جوش میں اس قدر بیتاب تھے کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی اور صرف اس کے آرزومند تھے کہ کسی طرح میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کو تہ و بالا کریں یا خود اپنی غیرت پر قربان ہو جائیں۔

ہرقل خاموش ہُوا تو اُس نے دیکھا کہ تقریر جادُو کا کام کر گئی۔ رومی جوش حمیت میں آپے سے باہر ہیں اور صرف اشارہ کی دیر ہے۔ اُس نے پھر اُن سے خطاب کیا۔ کہ میری اس تقریر نے جو تُم پر اثر کیا مَیں اچھی طرح سے جانتا ہوں اور مجھے یقین کامل ہے کہ تم سے زیادہ جرّی اسوقت دُنیا میں کوئی نہیں تم اگر بگڑ گئے تو شیر ببر سے کم نہیں مگر ایک بات اور کہتا ہوں اور یہی ہے وہ بات جسنے تمہارے بھائیوں کو یہ دن دکھایا اور تم پر ایسا وقت آ کر پڑا۔ مسلمان میدان کے شیر نہیں باتوں کے دھنی اور جانوں کے سورما ہیں تم سیدھے سادھے آدمی اِن عربوں کی گھاتیں کیا جانو یاد رکھو کہ ان کی کسی بات کا یقین کرنا دیدہ و دانستہ موت کے مُنہ میں جانا ہے ان کا ہمیشہ یہ قاعدہ رہا کہ جہاں دُبلے اور صلح کی سوجھی اپنا کام نکالا اور شیر ہوئے ایسے مکّاروں کی بات کا ہرگز یقین نہ کرنا اور ہر پیغام کو دھوکا اور خواہش کو مکر اور تجویز کو فریب سمجھنا۔

(۳)

مجھ کو جو دھڑکا تھا آخر وہ پورا ہُوا اب مَیں کیا کروں بچّی کی پیدائش یہ تو ممکن نہیں

کرچھپ سکے ماں ہوں کن ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹوں میرے کلیجہ کا ٹکڑا نہ سہی میری مامتا کو پھونکدو مگر یہ ایسا ظلم ہے جس کی معافی قطعاً نہیں ہوسکتی یرموز سنگدل ہے میں ہرگز ایسا نہ کرونگی اور کرونگی کیا کرسکتی نہیں کیا ستم ہے یہ چند لمحہ کی جان کیسی خاموش پڑی مجھ کو دیکھ رہی ہے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں بھی کُھلّم کُھلّا مسلمان ہوجاؤں۔ اسلام اس کی موت کیواسطے بہتر ہوگا اور بلاشک اُس کی جان بچ جائیگی مگر اس کو لئے کہاں کہاں ماری ماری پھرونگی کس کس کے پاس جاؤنگی ہائیں میں کیا کہہ رہی ہوں مسلمان ہوجاؤں کیا میں مسلمان نہیں ہوں میں رسُولِ عربی پر (صلعم) ایمان لاچکی میرا دل اس ثبوت کا قائل ہے مجھ سے خود ابوطلحہ نے کہا کہ اگر موقعہ نہ ہو تو اصرار کی ضرورت نہیں دل میں مسلمان ہونا کافی ہے ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ سعمیؔ اور اسکا شوہر مجعاؔ دونوں اولاد کیواسطے ترس رہے ہیں کل ہی ان کی لڑکی مری ہے اور دونوں میاں بیوی اُس کے فراق میں سر پھوڑ رہے تھے مجعاؔ زبان سے نہ کہہ سکا مگر اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں لڑکی کو قتل کرنے پر آمادہ ہوں تو اُسی کو دیدوں وہ دونوں پرورش کرلینگے۔

سعمیؔ مجھ سے کئی مرتبہ کُھلّم کُھلّا کہہ چکی ہے بس یہ سب سے بہتر صورت ہے۔

دل ہی دل میں اور کچھ آواز سے مگر ایک خاموش گھر میں رُومانہ یہ باتیں کرنے کے بعد اُٹھی اُس نے سب سے پہلے ایک چادر سے اپنی کمر باندھی اور وہ نشان جو یرموز نے لڑکے کیواسطے دیا تھا لاکر بچّی کے گلے میں ڈالا۔ کچھ دیر تک لڑکی کی صورت دیکھتی رہی اور اُس کے بعد اُس کو گود میں اُٹھا کر برابر کے گھر پر آئی ایک عورت کو آواز دی اور کہا میں اِس لڑکی کو دفن کرنے جاتی ہوں۔

یہ آدھی رات کا وقت تھا ابر گھرا ہُوا تھا اور مینہ دھونتال پڑ رہا تھا رُومانہ کی آواز پر پڑوسن اُٹھ کر آئی اور دروازہ کھولا تو اُسنے یہ اطلاع دی مگر بجائے اس کے کہ پڑوسن

اس کے عزیز اس کار خیر میں شریک ہو کر داخل ثواب ہوتے اُس نے جواب دیا۔

بیٹی کا قتل بیشک یہ حق رکھتا ہے کہ پڑوسن کیا ساری قوم اس میں شریک ہو مگر شاید تم کو معلوم نہیں کہ میرے شوہر کو آج دوپہر سے سخت بخار ہے میری اپنی کیفیت یہ ہے کہ صبح سے چکر آرہے ہیں۔ اسوقت بارش سخت ہے مشکل ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ جائے بہتر ہے کہ تم خود چلی جاؤ چند لمحہ کی بچی اس کا مارنا اور دبانا مشکل ہی کیا ہے۔

رُومانہ۔ اچھا میں کسی اور کو ساتھ لیلونگی۔

پڑوسن۔ اسوقت کوئی ساتھ جائیگا۔

رُومانہ۔ خود ہی چلی جاؤنگی۔

پڑوسن۔ مگر ایسی جلدی ہی کیا ہے۔

رومانہ۔ تعمیل حکم ہے۔

پڑوسن۔ اچھا تو بہت جلدی کرو۔

رُومانہ۔ اور کسی کو ساتھ نہ لوں۔

پڑوسن نے کچھ دیر تامل کیا اور اُس کے بعد کہا۔

تم بارش کی حالت دیکھ رہی ہو یہ درست ہے کہ اس معاملۂ خاص میں سب کو تم سے ہمدردی ہوگی اور ہے مگر اسوقت کوئی بھی خوشی سے جانا گوارا نہ کرے گا۔

رُومانہ۔ یہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر.........

پڑوسن۔ مگر کیا۔

رُومانہ۔ آپ پرموز کی عادت سے واقف ہیں وہ کس قدر بدگمان اور بدظن آدمی ہے وہ لڑکی کے پیدائش کے سلسلہ میں مجھ کو جیتے وقت جان سے مارنے کیواسطے تیار ہوگیا تھا اگر اُس کو یقین نہ آیا تو میں کس کو شہادت میں پیش کرونگی۔

پڑوسن۔ تم اس سے خاطر جمع رکھو تمہارے اوپر آنچ نہیں آسکتی اگر ایسا وقت آیا

تو ہم دونوں گواہی دینگے کہ ہمارے سامنے لڑکی دفن کردی گئی۔

رُومانہ۔ ہاں صرف میں اتنا ہی چاہتی ہوں۔

پڑوسن۔ بس تم جاؤ اور مطمئن رہو۔

اب رومانہ آگے بڑھی مینہ بدستور زور شور سے پڑ رہا تھا اور گو پیرمونہ کے آنے کی کوئی امید نہ تھی مگر اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اب وہ آیا اور میرے ہاتھ سے لڑکی کو چھین کر زمین میں دبا دیا۔ اس نے جلدی جلدی قدم اُٹھائے مینہ کی پروا تھی نہ ہوا کی چند گھنٹہ کی زچہ گود میں بچہ سر پر طوفان بھاگم بھاگ چلی جا رہی تھی یہانتک کہ وہ سعمیٰ کے مکان پر پہنچی اور دروازہ کھٹکھٹایا لاکھ شوہر کا خوف اور دل کی لگی سب کچھ تھا مگر رومانہ انسان ضرور تھی اپنی دھن میں مست اور خیال میں غرق نکل تو ضرور کھڑی ہوئی لیکن اب تمام جسم میں درد ہو رہا تھا بدقت تمام دروازہ کھلا تو سعمیٰ اور مجعا دونوں میاں بیوی دیکھ کر دنگ رہ گئے جب رُومانہ نے بچی کو سعمیٰ کی گود میں دیا اور مجعا سے کہا لو خدا یہ لڑکی تم کو نصیب کرے تو دونوں اُس کے سامنے جھک گئے اور مجعا نے کہا۔

یہ تمہارا وہ احسان ہے جس کا شکر ہم کسی حالت میں ادا نہیں کرسکتے۔

سعمیٰ۔ یقیناً تم نے ہم دونوں کو مول لے لیا۔

رُومانہ۔ میں اس کو احسان نہیں سمجھتی میں نے تو صرف اس کی جان بچائی ہے لیکن ضرورت ہے کہ تم دونوں میاں بیوی اسوقت میرے ساتھ کلیسا میں چلو اور مجھ سے ایک معاہدہ کرو۔

(۴)

دمشق فتح کرنے کے بعد مسلمان آردن کی طرف بڑھ گئے تھے اور اسوقت تک کی فتوحات نے اُن کے دل کہیں کے کہیں پہنچا دیئے تھے سب سے بڑا بھروسہ اُن کو اپنے خدا کی طاقت کا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہی طاقت اُن کے کام آ رہی تھی خود عیسائی مورّخ ششدر

ہیں کہ ان زبردست فتوحات نے بھی اُن کی طبیعت میں تغیر نہ کیا باوجود بیشمار مال غنیمت کے اُن کا لباس وہی سادہ اُن کی عادتیں ویسی ہی نیک اور اُن کے مزاج ویسے ہی منکسر رہے وہ دن رات خدا کی منزلت و قدرت کے گیت گاتے تھے اور اُن کو اُس کی قُدرت پر اتنا بھروسہ تھا کہ شکست و ناکامی کا اُن کے ذہن میں کبھی گذر ہی نہ ہوتا تھا عیسائیوں کے اجتماع کی خبریں متواتر اُن کے کانوں میں پہنچتی تھیں مگر اُن کو خوف و ہراس تو درکنار پروا تک نہ تھی۔

مسلمانوں کا لشکر اُردن میں مقیم ہے دارالخلافہ یعنی طبریہ دمشق سے چار منزل دُور ہے۔

خبر نویس اور ہرکارے دَم دَم کی خبریں لا رہے ہیں ہرقل کے عظیم الشان لشکر کی فراہمی کی خبر اچھی طرح اُن تک پہنچ چکی ہے مگر وہ اپنی موجودہ قوت پر مطمئن ہیں اور اب تک کسی مزید کمک کے خواستگار نہیں یہاں تک کہ ایک روز یہ خبر پہنچی کہ نہ صرف حملہ آور بلکہ وہ تمام فوجیں جو دمشق میں عیسائیوں کی مدد کے واسطے ہرقل نے روانہ کی تھیں اور وقت پر نہ پہنچ سکیں بیسان میں آ پہنچیں اور اس ٹڈی دل لشکر نے سر دست وہیں پڑاؤ کیا ہے اتنے سُنتے ہی مسلمانوں کے دل سینوں میں اُچھل پڑے اور فوراً مقابلہ کو روانہ ہوئے بیسان کے مقابل قصبہ فحل میں قیام کیا رومی اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ مسلمان پہلے سے زیادہ اس موقع میں جانیں لڑا دینگے اس لئے انہوں نے سب سے پہلے یہ تدبیر کی کہ قریب کی تما نہروں کے بند کھول دیئے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بیسان سے فحل تمام میدان دلدل بن گیا یہ رومیوں کی کم عقلی تھی اُنہوں نے یہ نہ سمجھا کہ جس قوم نے طوفان خیز سمندروں میں گھوڑے ڈال دیئے ا جو قدم بڑے بڑے دریاؤں میں دم بھر کو نہ رُکے وہ اِس کیچڑ کو کیا خیال میں لانیوالے ہیں

بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھے اور چشم زدن میں دشمنوں کے سروں پر جا دھمکے۔

مسلمانوں کا یہ استقلال اور جرأت دیکھ کر رومی گھبرا گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کر چاہیئے۔ ابھی کوئی رائے قرار نہ پائی تھی کہ مسلمانوں کا قاصد آیا اور کہا۔ ہم نے اب تک اپنی طر سے کسی جگہ پیش قدمی نہیں کی ہمارا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ بندگان خدا کا خون ناحق بہائیں

تم حملہ کے واسطے آئے ہو تو ہم کو مقابلہ سے عذر نہیں لیکن اس سے پہلے کہ میدان کارزار گرم ہو ہم تم سے صرف اسقدر کہتے ہیں کہ اگر تم اسلام قبول کرو تو ہمارے بھائی ہو اور ہم کو تم سے کچھ پرخاش نہیں اور اگر تم کو اس سے انکار ہے تو جزیہ دیکر ہماری پناہ میں آجاؤ اگر دونوں صورتیں نامنظور ہیں تو پھر البتہ میدانِ جنگ صدق و کذب کا فیصلہ کر دیگا لیکن یہ یاد رکھنا کہ جو لشکر اسوقت تم سے مقابلہ کریگا وہ موت کو زندگی سے بہتر سمجھتا ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی موت خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے یہ ابوعبیدہ سپہ سالار لشکر اسلامیہ کا پیام ہے جو مَیں تم تک پہنچاتا ہوں اب اپنی بہتری اور بدتری اور نفع و نقصان تم خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔

قاصد کی گفتگو ختم ہوئی تو رومی جو پہلے ہی سے حواس باختہ ہو رہے تھے ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے اور بعض کی رائے ہوئی کہ جس طرح ہو سکے مُسلمانوں سے صُلح کر لینی چاہئے۔ ابھی سپہ سالار اِس خیال سے متفق نہ ہُوا تھا مگر باہمی سرگوشی نے اُس کی نیت ڈانواڈول کر دی تھی کہ فوج کے دستہ سے ایک جوان آگے بڑھا اور کہا۔ قریب قریب سب صلح کی طرف مائل ہیں مصلحت یہ ہی ہے کہ اب قاصد کو معقول جواب دے کر رخصت کیجئے۔

اسوقت سپہ سالار بھی مجبور تھا مگر اِس لئے کہ بھرم بنا رہے اور بات ہاتھ سے نہ جائے اُس نے قاصد سے کہا۔

یہ بحث کہ ہم نے کیا فیصلہ کیا الگ ہے لیکن ہماری خود یہ غرض نہیں کہ مخلوق کا خون بہے اسلام یا جزیہ کا جواب ہم خود بھیجدینگے تم سردست اپنے سپہ سالار کو کہو کہ صُلح کے معاملہ پر غور کرنے کے واسطے وہ اپنا ایک سفیر روانہ کریں +

(۵)

اس راز سے صرف ہم تین آدمی باخبر ہیں اور اے بزرگ راہب آپ چوتھے شخص ہیں جن کو مَیں گواہ کرتی ہوں میں نے اپنی بچی بلقیسیا ان دونوں میاں بیوی کو پرورش کیواسطے دی ہے مَیں یہ نہیں کہتی کہ میرے کسی قسم کے حقوق اس پر قائم رہینگے بلکہ میرا منشاء صرف یہ ہے

کہ آپ اس امر کے شاہد ہیں کہ بلقیسا میرے پیٹ سے ہے اور میں نے بخوشی تمام یہ لڑکی ان دونوں کو دی۔

بُڈھے راہب نے مسیح کے بُت سے پردہ اُٹھایا اور کہا۔

تم دونوں میاں بیوی جن کے ساتھ یہ عورت اتنا بڑا سلوک کر رہی ہے اس کے احسان کو ہرگز نہ بھُولنا اور گو یہ وعدہ کرتی ہے کہ کبھی لڑکی کا دعویٰ نہ کرے گی۔ لیکن انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر کبھی موقعہ ہو تو تُم اس واقعہ سے انکار نہ کرنا ورنہ یاد رکھنا خداوند کریم کا غضب تم کو نہس نہس کر دے گا سعمیؔ اور مجعاؔ دونوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ بلقیسا کو مسیح کے قدموں میں ڈالا اور خاموش کھڑے ہو گئے۔

راہب نے کچھ پڑھا پانی کے چھینٹے درازی عمر کے واسطے بچّی کے مُنہ پر دیئے اور دیوار پر کچھ کھود کر خانقاہ میں چلا گیا۔ رُومانہ اب بچّی کے قریب آئی۔ اُس کو گود میں لیکر پیار کیا اور باہر نکلی سعمیؔ اور مجعا اُس کے ساتھ تھے اُس نے اب ایک دفعہ اور اُن دونوں سے التجا کی کہ اِس امانت کی قدر کرنا اور آخری مرتبہ بچّی کو کلیجہ سے لگا کر دونوں کے سُپرد کر دیا۔

دوپہر کا وقت تھا گرمی زور شور سے پڑ رہی تھی گرم ہواؤں کے جھکڑ سختی کے ساتھ چل رہے تھے مگر رُومانہ اپنے خیال میں غرق چلی جا رہی تھی وہ سوچتی تھی کہ دودھ پیتی بچّی کا اس طرح پلنا آسان نہیں مجعا یرموز کا سچا دوست ہے لیکن مجھے یہ تو اندیشہ نہیں کہ وہ کبھی افشائے راز کر دے مگر ہاں جو چیز میرا دل دہلا رہی ہے وہ صرف بلقیسا کی پرورش ہے مگر اپنی محنت اور محبت میں دونوں کسر نہ اُٹھا رکھیں گے خیر جو ہونا ہوگا ہو جائیگا اب ظہر کی نماز کا وقت ہے میں جلدی جلدی گھر پہنچوں ایسا نہ ہو نماز قضا ہو جائے یرموز کے آنے کی بھی خبر گرم ہے۔

سب سے پہلا سوال بچے کی پیدائش کی بابت ہوگا یہ اچھا ہُوا کہ میں نے پڑوسن اور اُس کے شوہر کو گواہ کر لیا۔

لڑائی کے متعلق اب تک کوئی خبر نہیں آئی نہ معلوم مسلمانوں کے حملہ کا کیا نتیجہ ہوا سُنا تھا رومیوں کا لشکر جرّار مقابلہ کے واسطے جمع ہوا ہے دیکھئے اس طرف سے کیا آواز کانوں میں آتی ہے۔ خدا ہی غریبوں کا مددگار ہے جس نے اسوقت تک اُن کی شرم رکھی وہ ہی اب بھی رکھیگا۔

یرموز نے میرے ساتھ ظلم کیا مَیں یہ نہیں کہتی کہ وہ مسلمان ہوجائے مجھے یہ حق نہیں کہ اُسے مجبور کروں وہ اسلام کا دشمن ہے تو خیر مگر یہ کہدینا ستم ہے کہ ظالم لڑکی کے نام کا دشمن ہے۔ مگر اُسی پر کیا موقوف ہے قبیلہ کا قبیلہ ایسا ہی بیدرد اور جفاکار ہے شکاری کو شکار میں بھی اتنا لُطف نہ آتا ہوگا جتنا ان ستمگروں کو لڑکیوں کے مارنے میں۔ روسیاہ خدا کو کیا مُنہ دکھلائینگے۔

طیبہ گئے ہوئے تین سال ہوگئے کیا بدنصیب عورت ہوں روضۂ اقدس کی زیارت کو ترس رہی ہوں۔ اتفاق نہیں ہوتا بہتر یہ ہے کہ مَیں اپنا اسلام ظاہر کردوں یرموز جان سے مارڈالیگا بلا سے۔ کب تک چھپاؤں زندگی کیا مصیبت ہے۔ نماز مَیں اُس کمبخت کے سامنے نہیں پڑھ سکتی روزہ مَیں اُس سنگدل کے سامنے نہیں رکھ سکتی۔ سنگدل کی آنکھوں پر کچھ ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ موت نظر ہی نہیں آتی خدا کا نام لینا گناہ سمجھتا ہے دن رات شراب ہے لوٹ مار ہے اور قزاقی یہ اُسی کے اعمال کا عذاب ہے جو میرے گھر پر نازل ہُوا اور جیتی جاگتی بچّی ہمیشہ ہمیشہ کو مجھ سے چھوٹ گئی۔ مگر اُس کا کیا بگڑا عذاب ہوتا تو اُس پر ہوتا یہ تو میرے اپنے گناہوں کا ثمر ہے اور کچھ شک نہیں کہ مَیں اس سے زیادہ گناہوں کی مستوجب ہوں یرموز کو اکٹھا اُس کے افعال کو بدلا ملیگا۔ یقیناً یہ میرے گناہوں کی پاداش ہے اور قصد کرتی ہوں کہ ابوسلمہ کی خدمت میں حاضر ہوں مگر ایک دن ارادہ پورا نہیں ہوتا۔

مگر ہاں اب میرا جانا نہایت ضروری ہے وہ یہاں کا عامل ہے اور میرا فرض ہے

یں اُس کو اس واقعہ کی اطلاع دوں نہ معلوم آیندہ کیا اتفاق ہو لیکن ابھی تک
رف چار آدمیوں کو علم ہے اب اس کی شہرت مناسب نہیں ایک بات اور سمجھ میں آتی
ے میرے پاس جو کچھ زیور ریموز سے پوشیدہ ہے وہ میں عامل کے سپرد کر دوں اور
مدوں یہ اُس لڑکی کی امانت ہے جو مجعا کے ہاں پرورش پا رہی ہے یہ خیال چند لمحہ
ں قصد اور تھوڑی دیر میں مصمم ہُوا اور اُس نے جلدی جلدی گھر کی طرف قدم بڑھائے
ز پڑھی ایک پرچہ لکھا اور کچھ زیور ایک صندوقچہ میں بند کر عامل قیساریہ ابوسلمہ کے
ردکیا۔

(۶)

رومیوں کے لشکر میں میدان جنگ کے موقعہ پر بھی عیّاشی اور میخواری کے دور
اروں طرف چل رہے ہیں ایک نئی صورت کا انسان سیدھا سادہ لباس پہنے خاموش
ھر اُدھر ٹہل رہا ہے شجاعت اور صداقت اُس کے پاؤں پر قربان ہو رہی ہے وہ
رمیوں کے فانی جلسوں کی دھوم دھام عارضی چھچھے جھوٹے قہقہے سُن سُن کر ہنس رہا
ے رومیوں نے اُس کو دیکھا اور ایک عجیب حیثیت دیکھ کر چاروں طرف سے گھیر لیا
ب شخص آگے بڑھا اور پُوچھا تو کون ہے کہاں سے آیا کیا نام ہے۔

خص۔ میرا نام معاذ بن جبل ہے میں تمہارا طلبیدہ مُسلمانوں کا سفیر ہوں۔

ومی۔ اِس نام سے واقف تھے اور مسلمانوں کا رُعب اسقدر چھا چکا تھا کہ صُلح کے
اسطے سخت مضطرب و بیقرار تھے کہنے لگے۔

آپ اپنا گھوڑا ہمارے سپرد کیجئے اور اندر خیمہ میں تشریف لے چلئے۔ فرش زرّیں
یٹھئے اور دیکھئے کہ ہم آپ کی خاطر و مدارات کیسی اور کس طرح کرتے ہیں۔

یہ سُن کر معاذ کے چہرہ پر مُسکراہٹ آئی اور اُنہوں نے کہا۔

جس روز ہم نے فرش زرّیں کو فرش خاکی پر ترجیح دی وہی روز ہماری موت کا ہو گا

اگر ہم فانی جلسوں کو قابل اعتبار سمجھتے اور ان جھوٹے ڈھکوسلوں پر بھول جاتے تو اس طرح یہ عزّت اور فتح ہم کو نصیب نہ ہوتی اتنا کہہ کر معاذ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے یہ فرش تمہارے زرّیں اور زمردین فرش سے بہت عُمدہ چیز ہے یہ خدا کا فرش ہے جس پر بیٹھنے کا سب کو حق حاصل ہے تم اپنے فرش پر خود بیٹھو۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو کہ مَیں اُس فرش پر جو بندگانِ خدا کا گلا کاٹ کر تیار کیا گیا ہے بیٹھ سکوں۔

معاذ کی یہ گفتگو سُن کر رومی دنگ رہ گئے اُن کی ظاہری حالت عجیب تھی۔

پُرانا لباس تھا۔ پھٹے ہوئے موزے تھے لباس میں جابجا چمڑوں کے پیوند تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک رومی سردار نے کہا کیا مسلمانوں کی فوج کے سردار تُم ہی ہو اور تُم سے زیادہ معزز کوئی نہیں۔

معاذ۔ استغفر اللہ۔ مَیں تو ایک معمولی خادم ہوں ہمارے ہاں کوئی بہتر ہے نہ بدتر سب یکساں ہیں مَیں معزّز کیا ہونگا اور بہتر کیسے ہو سکتا ہوں اگر مَیں سب سے بدتر ہی سمجھا جاؤں تو غنیمت ہے تم کو مساوات اسلامی کا علم نہیں ہمارے ہاں بادشاہ اور غلام دونوں کی عزّت یکساں ہے رومی اب تھوڑی دیر تک بالکل خاموش تھے معاذ کھڑے ہوگئے اور مترجم سے کہا اگر تم لوگوں کو مجھ سے کچھ کام نہیں تو مَیں جاتا ہوں۔

ایک رومی سردار آگے بڑھا اور کہا۔ آپنے اِدھر کا رُخ کس غرض سے کیا فارس آپ سے قریب ہے اور وہاں کی سلطنت ایک عورت کے ہاتھ میں ہے اُدھر جائیے اور اُس کو تباہ کیجئے۔ آپ ہماری طاقت سے واقف ہیں کہ ہم غضب کے لوگ ہیں میدان جنگ ہمارے واسطے نئی چیز نہیں ہم وہ ہیں کہ آجتک ہمارے قدم کسی میدان میں پیچھے نہیں ہٹے۔ ہماری شجاعت کا لوہا بڑے بڑے جرّی مان گئے۔

ہم تمہاری طاقت کو خاطر میں لانیوالے نہیں معاذ نے سب سے پہلے کلمۂ توحید پڑھا اور اُس کے بعد کہا ہمارے نزدیک سب مُلک یکساں ہیں ہم نہ کسی قوت سے ڈریں اور نہ

کسی شجاعت کا لحاظ کریں سب سے بڑی طاقت خدائے برتر کی ہے جس کے سامنے ہر طاقت ہیچ اور قوت بے سُود ہے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ مخلوق راہِ راست پر آئے تُم سے بھی ہم اِس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ اِس گمراہی سے باز آؤ اپنی لغویات ترک کرو خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ اسلام قبول کرو اور اُمتِ محمدی میں داخل ہو اگر تُم کو یہ منظور نہیں تو جزیہ دو ورنہ یہ تو میدانِ جنگ فیصلہ کر دے گا کہ طاقت کس کو کہتے ہیں۔ یہ تین باتیں تمہارے سامنے پیش کی جاتی ہیں جو جی چاہے منظور کرو۔

رومی سردار نے جواب دیا۔

بلقا کا پورا علاقہ اور آردن کا وہ حصہ جو تمہارے قریب ہے ہم نہایت خوشی سے تمہاری نذر کرتے ہیں یہ لو اور فارس روانہ ہو جاؤ۔ معاذ بولے۔

ہم سلطنت کے بھُوکے ہیں اور نہ دولت کے محتاج۔ ہماری غرض صرف اشاعت دینِ اسلام ہے تاکہ دُنیا گمراہی سے نکل کر اسلام کے روشن حلقہ میں داخل ہو۔ بلقا اور آردن تم کو مبارک ہوں تُم صرف اسلام قبول کرو تمام جھگڑا ختم ہے۔

رومیوں نے اِس کا کچھ جواب نہ دیا معاذ واپس چلے گئے رومیوں نے خیال کیا کہ سپہ سالار اسلامیہ ابو عبیدہ ضرور لالچ میں آجائیں گے۔ گفتگو براہ راست اُن سے کرنی چاہئے یہ سوچ کر ایک قاصد سیدھا اُن کی خدمت میں روانہ ہُوا۔

قاصد لشکر اسلامی میں پہنچا تو سب سے پہلے جس چیز نے اس کو ششدر کیا وہ اسلامی خیمے تھے کہ سب ایک ہی صورت اور ایک ہی وضع کے وہ سمجھا تھا افسر کا خیمہ خاص حیثیت کا ہو گا مگر دیکھا یہ کہ کسی میں کوئی امتیاز ہی نہیں۔

ایک شخص سے دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ یہ ہے جا کر دیکھتا ہے تو ابو عبیدہ معمولی لباس میں زمین پر بیٹھے تیر اُلٹ پلٹ رہے ہیں قریب گیا اور کہا لشکرِ اسلام کے سپہ سالار آپ ہی ہیں۔

ابوعبیدہ۔ ہاں۔ آپ کون ہیں۔

قاصد۔ مَیں رومیوں کا قاصد ہوں۔

ابوعبیدہ۔ کہئے۔

قاصد۔ مَیں اس غرض سے آیا ہوں کہ فی اشرفی کس لیجئے اور فارس جایئے۔

ابوعبیدہ۔ ہم کو دولت کا لالچ یا ملک کی ہوس یہاں نہیں لائی ہمارے آنے کا منشا صرف یہ ہے کہ تم اپنی حرکات ناروا سے باز آؤ انسان بنو اور مسلمان ہو اگر تم اسلام قبول کرو تو ہمارے بھائی ہو تم ہمارے اور ہم تمہارے واسطے معین و مددگار رہیں اور خدا کی بڑی طاقت ہمارے ساتھ ہے اگر تم کو اس میں عذر ہے تو جزیہ قبول کرو ورنہ نتیجہ جنگ کا انتظار کرو۔

ابوعبیدہ کے اس جواب نے قاصد کے تیور بدل دیئے اُس کی پیشانی پر بل آگیا اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور اسی طرح چپیں چپیں واپس چلا گیا اب مسلمانوں کو بھی یقین کامل تھا کہ لڑائی ضرور ہوگی رومیوں نے قاصد کا جواب سُنا تو آپے سے باہر ہوگئے آج تو خاموش رہے مگر دوسرے روز میدان میں آجمے ۔

(۷)

تو ایسی لغو باتیں مجھ سے نہ کہیا کر پیٹر میری عمر بھر کی کمائی ہے اُس سے زیادہ مجھے دُنیا میں کوئی عزیز نہیں نہ معلوم مَیں اُس کی شادی کے وقت زندہ ہوں یا نہ ہوں کوئی وجہ نہیں کہ مَیں اُس کی منگنی بلقیسیا سے نہ کروں۔

اتنا کہکر ہرموز نے رومانہ کی طرف اس امید پر دیکھا کہ یہ معقول جواب دیگی مگر رومانہ خاموش ہی نہیں گھبرائی ہوئی تھی اُس کے چہرہ سے فکر اور غور کے آثار نمایاں تھے ہرموز نے پھر اپنی گفتگو دھرائی اور اس کے ساتھ ہی اتنا اور کہا۔

سعدی اور صعصعا دونوں میرے دست نگر ہیں اُن سے بہتر لڑکی مجھ کو میسر نہیں آسکتی اُن کی مجال نہیں کہ اس تجویز سے انکار کرسکیں پیٹر اُن کے واسطے مایۂ ناز ہے مَیں دیکھتا

ہوں کہ مجھے خواہ مخواہ اُن کی لڑکی بلقیسیا پر پیار آتا ہے اور یہ تعلق میری رائے میں نہایت ہی خوشگوار ہوگا۔

رومانہ اب بھی خاموش تھی پرموز جل گیا اور کہنے لگا۔ میں نے ایسی لغو عورت عُمر بھر نہیں دیکھی میری تقدیر پھُوٹ گئی کہ تجھ جیسی مکّار عورت سے پالا پڑا آخر تجھے تامل کیا ہے۔

رومانہ۔ میں تو یہ ہی کہہ رہی ہوں کہ ابھی ایسی جلدی کی ضرورت نہیں سعمی اور صبیحا بیشک انکار نہ کرینگے مگر ہم کو خود مصلحت دیکھنی چاہیئے ابھی دونوں بچّہ ہیں نہ معلوم آگے چل کر واقعات کیا صورت اختیار کریں اور جو ہمارے تعلقات کی کیفیت اسوقت ہے وہ آئندہ رہے یا نہ رہے۔

پرموز۔ میں تیرا مطلب خوب سمجھتا ہوں تیری غرض ظاہر ہے تو چبا چبا کر کیوں کہتی ہے

رُومانہ۔ میں نے تو جو کچھ کہا صاف کہا اس میں چبانے کی کیا بات ہے۔

پرموز۔ مجھے معلوم ہے کہ تو گمراہ ہوگئی ہے اور تیرا دل اسلام کی طرف مائل ہے تیری غرض اس سے صرف یہ ہے کہ تو لڑکے کی شادی مسلمانوں میں کرنی چاہتی ہے۔ مجھے آیندہ سے کوئی بحث نہیں میری زندگی میں ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مسلمان عورت اس گھر میں داخل ہو سکے۔

رومانہ۔ میری غرض تو ہرگز یہ نہیں تُم جو جی چاہے سمجھ لو۔

پرموز۔ پھر کیا تامل ہے میں دونوں سے وعدہ کر اور بات دے چکا ہوں آیندہ اتوار کو جو مُبارک روز ہے منگنی کی رسم ادا ہوگی۔

رومانہ۔ کیا تم واقعی فیصلہ کر چکے۔

پرموز۔ میں دوستوں کو اطلاع دے چُکا راہب کی اجازت حاصل کر لی لباس کے دام دیدیئے۔

رومانہ۔ افسوس۔

یرموز۔ نالائق کمبخت وہی بیہودہ باتیں کیئے جاتی ہے افسوس کس بات کا۔

رومانہ۔ میری رائے میں یہ منگنی درست نہیں۔

یرموز۔ وہی بک بک میں تیری رائے نہیں سُنتا۔

رومانہ۔ جب تم کو میری رائے سے واسطہ ہی نہیں تو پھر مجھ سے ذکر کرنا ہی فضول ہے۔

لو سعمیٰ بھی آگئیں۔

یرموز۔ سعمیٰ ایک تُم عورت ہو کہ ہر وقت صنعجا کے رضامند رکھنے کی کوشش کرتی ہو اور وہ تم سے نہایت خوش ہے ایک یہ کمبخت عورت ہے کہ جب سے گمراہ ہوئی ہے ہر وقت میری مخالفت پر کمر بستہ ہے میں تمام انتظام کر چکا ہوں اتوار کا دن مقرر ہو گیا اس سے ذکر کیا تو نالائق اس میں جھگڑے نکال رہی ہے۔

سعمیٰ۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اِن کو کیا عُذر ہے میں تو آپ کی اور اُن کی دونوں کی لونڈی ہوں۔

یرموز۔ میں تم سے بہت خوش ہوں اور صنعجا سے بھی۔

سعمیٰ۔ سردار وہ بھی آپ کے غلام ہیں۔

یرموز۔ خیر اس کو بکنے دو منگنی کی رسم اُس اتوار کو ہوگی اِس بدبخت کی شرکت میں ضروری نہیں سمجھتا۔

سعمیٰ۔ یہ تو مناسب نہ ہوگا۔

یرموز۔ پھر کیا کیا جائے۔

سعمیٰ۔ کیوں رومانہ تُم کو کیا عُذر ہے۔

رومانہ۔ مجھے اس میں عُذر نہیں میں سر آنکھوں سے حاضر ہوں۔ میرے پیٹ کا لڑکا ہے اس سے زیادہ مجھے کیا دیکھنا ہے میں نے تو صرف یہ رائے دی تھی کہ ابھی جلدی نہ کرو چند روز اور تامل کرو۔

ہرموز۔ دیکھ لو وہی لغویت۔

رومانہ۔ مجھے تو اپنی رائے پر اصرار نہیں۔

ہرموز۔ ہاں یہ کہو۔

رومانہ۔ یہ ہی عرض کرتی ہوں۔

ہرموز۔ ابھی چھ روز باقی ہیں جلدی انتظام کرو۔

(۸)

میدانِ کارزار گرم ہے ہرقل نے دس ہزار سوار فوج کی مدد کو اور روانہ کئے ہیں اس عظیم الشان گروہ کو اپنی کثرت کی وجہ سے فتح کا یقین کامل ہے اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مسلمان خواہ اب کتنی ہی منت اور خوشامد کریں لیکن صُلح کسی حال میں نہ ہوگی اور ایک مسلمان بھی یہاں سے زندہ نہ جائیگا۔

ابھی آفتاب پوری طرح طلوع بھی نہیں ہُوا تھا کہ رومیوں نے اپنی فوج تین حصوں میں تقسیم کی خالد نے رومیوں کی یہ تقسیم دیکھ کر خود ہی مقابلہ میں آنا مناسب سمجھا اور سواروں کا ایک دستہ ساتھ لے کر حصہ وسطی کے مقابلہ میں آئے اُن کی پیش قدمی دیکھ کر رومی بھی آگے بڑھے اس موقع پر خالد بن ولید نے قیس بن ہبیرہ کو اشارہ کیا وہ فوراً باہر نکلے اور اس حصہ کے دائیں بازو پر اپنی جمعیت لے کر گرے ایک طرف قیس بن ہبیرہ کام کر رہے تھے اور دوسری طرف خالد بن ولید۔

لڑائی کئی گھنٹہ تک ہوتی رہی مگر جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو رومیوں کا دوسرا دستہ اس حصہ کی مدد کو آیا جس کو دیکھتے ہی سیرۃ بن مسروق اپنا دستہ لے کر آگے آئے اور اُسی وسطی حصہ پر بجلی کی طرح گرے رومیوں نے شجاعت کے خوب کرتب دکھائے اور حق یہ ہے کہ دن بھر خون کی ندیاں بہائیں مسلمانوں کی فوج تعداد میں کم تھی مگر اُن کے قدم کسی طرح پیچھے نہ ہٹتے تھے جب شام کے آنے کی امید ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ لڑائی نے

اب تک کوئی پہلو اختیار نہ کیا تو عیسائیوں نے ایک عام حملہ کیا اُسوقت سب سے آگے خالد موجود تھے انہوں نے اسقدر استقلال سے مقابلہ کیا کہ رومی حیران رہ گئے ہر چند حملے پر حملے کرتے تھے مگر ہر کوشش ناکام ہوتی تھی مجبور رومیوں نے اپنا ہاتھ روکا اور سمجھ گئے کہ مسلمان آدمی نہیں لوہے کے پہاڑ ہیں جو میدان میں جنبش کرنا جانتے ہی نہیں اسوقت عیسائی لڑ رہے تھے اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے کہ شاید ہماری کمک کو اور فوج آئے اور ایک زبردست حملہ کا موقعہ پھر میسّر ہو ابوعبیدہ رومیوں کی یہ چال سمجھ گئے اور خالد سے کہا رومیوں پر رُعب چھا گیا اُن کے دل ٹُوٹ اور پاؤں اُکھڑ گئے حملہ عام کا وقت یہ ہی ہے۔

خالد نے اس رائے سے اتفاق کیا اور حملہ عام کی مسلمانوں نے تیاری کی مگر شام ہوچکی اور حملہ خلاف مصلحت تھا اِس لئے اسوقت لڑائی ملتوی ہوئی مگر یہ طے ہو گیا کہ علی الصباح حملہ کرینگے۔

(۹)

اسلام کیا یہ تو کسی شریعت میں بھی جائز نہیں پیٹر اور بلقیسیا حقیقی بھائی بہن ہیں اور دونوں لاعلم ہیں اس تعلق کا تمام عذاب میری گردن پہ ہوگا کہ مَیں ماں ہوں۔

سعمی۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر ہرموز نے اُڑتی سی خبر سُن پائی تو بلقیسیا کو فوراً جان سے مار ڈالے گا۔

صبحا۔ اسوقت تو منگنی ہے کیا ہرج ہے وقت پر نہ معلوم کیا اتفاق ہو راز ہرگز زبان سے نہ نکلنا چاہئے ورنہ بلقیسیا کی خیر نہیں اسوقت تو مصلحت یہ ہی ہے کہ منگنی ہو جائے۔

رومانہ۔ مَیں تو ہرگز متفق نہیں ہوں بلا سے یہ ہوگا نا کہ مَیں مار ڈالی جاؤنگی مجھ کو اپنی جان دینی منظور مگر یہ گناہ عظیم منظور نہیں۔

صبحا۔ اگر تمہاری جان کا سوال ہوتا تو تم یہ کہہ سکتی تھیں یہاں تو بلقیسیا کی زندگی

ختم ہوتی ہے۔

رومانہ۔ ہاں یہ سخت مصیبت ہے۔

صبجعا۔ بہتر یہ ہے کہ اسوقت خاموش ہو جاؤ۔

رومانہ۔ عقل کام نہیں کرتی کہ کیا کروں۔

سعمیٰ۔ بس جاموشی بہتر ہے۔

صبجعا۔ لو یرموز بھی آ گئے۔

یرموز۔ بس چلو۔

سعمیٰ۔ اچھا۔

یرموز۔ پھر دھوپ چڑھیگی۔

صبجعا۔ ہاں صبح ہی صبح فارغ ہو جاؤ۔

یرموز۔ صبجعا میں تمہاری عنایت کا بہت ممنون ہوں۔

سعمیٰ۔ واہ یہ آپ کے فرمانے کی بات ہے۔

صبجعا۔ آپ ہم کو شرمندہ نہ کیجئے۔

یرموز۔ احسان کا شکریہ انسانیت ہے۔

صبجعا۔ میں تو خادم ہوں۔

یرموز۔ تم دونوں میرے محسن ہو۔ ——

سعمیٰ۔ ہم دونوں غلام ہیں۔

یرموز۔ یہ آپ کی شرافت ہے۔

سعمیٰ۔ احسان تمہارا ہے کہ تم نے غریبوں کو یہ عزت عطا کی۔

یرموز۔ اُلٹی بات کہتے ہو۔

سعمیٰ۔ اُلٹی کیسی۔

پرموز۔ عزت تم نے عطا کی۔

سعمیٰ۔ واہ۔

پرموز۔ اچھا اب چلو۔

اب یہ چاروں آدمی معہ دونوں بچّوں کے گرجا کی طرف روانہ ہوئے راہب کو پہلے سے اطلاع دیدی گئی تھی جسوقت یہ مجمع اندر داخل ہُوا تو دروازہ پر راہب موجود تھا اُس نے اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور مسیح کے بُت کے سامنے لے گیا سب نے جُھک کر سجدہ کیا اُس کے بعد راہب نے پانی کے چھینٹے دونوں بچّوں کے مُنہ پر دیئے منگنی کی دُعا پڑھی اور لوہے کی ایک سلاخ سے دیوار پر منگنی کی تاریخ اور نام کندہ کر دیئے بلقیسیا کے ماں باپ کا نام سعمیٰ اور صبحا لکھا گیا اور چاروں خوش خوش باہر نکلے۔

رومانہ۔ کیا میں اس خوشی کے موقع پر ایک سوال کر سکتی ہوں۔

پرموز۔ ضرور۔

رومانہ۔ جانے دو۔

پرموز۔ نہیں۔ یہ غلطی ہے جب کہا تھا تو اب پورا کرو۔

رومانہ۔ . . . .

سعمیٰ۔ ہاں پوچھنے میں کیا ہرج ہے۔

رومانہ۔ ممکن ہے ان کو ناگوار ہو۔

پرموز۔ نہیں تم اس کا خیال نہ کرو۔

رومانہ۔ تم وعدہ کرو کر بُرا نہ مانو گے۔

پرموز۔ ہاں۔

رومانہ۔ آپ دونوں صاحب گواہ ہیں۔

سعمیٰ۔ ہاں دونوں۔

رومانہ۔ مَیں یہ پُوچھ سکتی ہوں کہ یہ خوشی کس بات کی ہے۔

پرموز۔ اِس بات کی کہ پیٹر کی منگنی ہوئی۔

رومانہ۔ کس سے۔

پرموز۔ بلقیسیا سے۔

رومانہ۔ تمہارے نزدیک لڑکی کا وجود دُنیا میں نہ رہنا چاہیئے اگر تمہاری رائے پر دُنیا عمل کرے تو نتیجہ کیا ہو۔

پرموز۔ میری رائے یہ نہیں ہے۔

رومانہ۔ پھر کیا ہے۔

پرموز۔ جو لوگ لڑکیوں سے محبّت کر سکتے ہیں وہ زندہ رکھیں۔

رومانہ۔ تمہارے نزدیک لڑکی محبّت کی چیز نہیں۔

پرموز۔ نہیں۔

رومانہ۔ کیوں۔

پرموز۔ اِس لئے کہ ہماری آن یہ گوارا نہیں کرتی کہ کوئی ہمارا داماد بنے۔

رومانہ۔ لیکن تم خود بھی کسی کے داماد بنے۔

پرموز۔ اِس لئے کہ اُس نے گوارا کیا اور اس کو راحت سمجھا۔

رومانہ۔ جو فعل ایک شخص کے واسطے راحت ہے وہ دوسرے کے واسطے اذیّت؟

پرموز۔ ہاں بہت سے فعل ایسے ہیں۔

رومانہ۔ اگر تمہاری رائے معقول ہے تو دُنیا کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔

پرموز۔ بیشک۔

رومانہ۔ انجام کیا ہوگا۔

پرموز۔ کچھ نہیں۔

رومانہ۔ کیا دُنیا فنا نہ ہوجائیگی۔

یرموز۔ ہو جائے بلاسے۔

رومانہ۔ کیسی خود غرضی ہے۔

یرموز۔ مطلق نہیں۔

سلمیٰ۔ اس بحث سے کیا فایدہ کچھ اور باتیں کرو۔

یرموز۔ مَیں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ عجیب بدنصیب عورت ہے۔

رومانہ۔ مَیں بھی پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ ناگوار نہ ہو٭

(۱۰)

رومیوں پر مسلمانوں کا اِسقدر رُعب غالب ہوچکا تھا کہ لڑائی اُن کے واسطے روز قیامت سے کم نہ تھی اُن کو شکست کا یقین کامل تھا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح صُلح ہوجائے مگر اب سانپ نکل چکا تھا اور کوئی گنجائش نہ تھی مسلمانوں نے عشاء کی نماز جوش و خروش سے ادا کی اور گڑگڑا کر فتح کی دُعا مانگی ابو عبیدہ آدھی رات سے تیاری میں مصروف ہوگئے اور ترتیب دینی شروع کردی۔ میمنہ پر معاذ۔ میسرہ پر ہاشم۔ پیدل فوج پر سعد اور سواروں پر خالد تعینات ہوئے۔ نماز فجر کے بعد تمام فوج اسی ترتیب سے آراستہ ہوگئی۔ اور ابو عبیدہ نے باآواز بلند نعرہ لگایا کہ ان اللہ مع الصابرین۔

رومی سپہ سالار نے بھی فوج کا دل بڑھانے میں کسر نہ کی اور کہا کہ دشمن کی تعداد تُم سے چوتھائی بھی نہیں اگر ہمت کرو تو چیونٹی کی طرح پیس دوگے مُسلمان یقیناً تم سے کمزور ہیں صرف اُن کے دل بڑھے ہوئے ہیں اگر ہمّت سے لڑے تو میدان تمہارے ہاتھ ہے۔

اس تقریر نے رومیوں کو از سر نو زندہ کیا اُن کے مُردہ دلوں میں جان پڑگئی اور پچاس ہزار فوج کا جرّار لشکر باجہ بجاتا ہوا میدان جنگ میں آیا خالد چونکہ سواروں کے سپہ سالار تھے میسرہ پر وہی تھے اور ان ہی سے مٹ بھیڑ ہوئی رومیوں نے تیروں کا اسقدر

مینہ برسایا کہ اُن کے قدم اُکھڑ گئے خالد پیچھے ہٹے اور اُن کا یہ رنگ دیکھ کر رومی سپہ سالار اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر سامنے آیا اور زیادہ تیر برسانے شروع کر دیئے خالد کے ہٹنے سے رومی شیر ہو گئے اور میمنہ کا رسالہ علیحدہ ہو کر ان پر ٹوٹ پڑا خالد اطمینان کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے رہے رومی اُن کے پیچھے ہٹنے سے باغ باغ تھے۔

اور خوشی خوشی بڑھتے رہے جب خالد کو یقین ہو گیا کہ رومیوں کا یہ دستہ فوج سے دُور ہو گیا تو ٹھٹکے اور اس زور کا حملہ کیا کہ ناعاقبت اندیش رومی تاب نہ لاسکے صفیں کی صفیں خاک میں ملا دیں اس کامیابی سے قیس بن ہبیرہ کا دل اور بڑھا وہ میسرہ پر گرے اور اس شدت کا حملہ کیا کہ رومیوں کا یہ بازو بھی ٹوٹ گیا اب صرف رومیوں کا ایک حصہ صحیح و سلامت اور قلب کا یہ لشکر تیر اندازوں کی وجہ سے محفوظ تھا اب ہاشم بن عتبہ کی باری تھی انہوں نے دیکھا کہ خالد اور قیس دونوں کامیاب ہو گئے اور صرف میں رہ گیا بسم اللہ کہہ کر تیروں کی بوچھاڑ میں گھس گئے اس میں شک نہیں کہ اس کوشش میں مسلمانوں کا نقصان خاصا ہوا مگر ہاشم نے بآواز بلند کہدیا تھا کہ جب تک یہ عَلم اسلامی رومی لشکر کے قلب میں نہ گاڑ دونگا قسم ہے خدا کی واپس نہ ہونگا اسی رفتار سے یہ دستہ آگے بڑھتے گیا اور گھوڑے چھوڑ کر حملہ کیا یہاں تک کہ سر پر جا پہنچے اب تیر اندازی بے سُود تھی مسلمانوں نے تلواریں نکالیں اور کامل تین گھنٹہ تک ایسی تلوار چلی کہ تمام میدان سُرخ ہو گیا۔

اسوقت تک رومی بہادری سے لڑ رہے تھے کہ ہاشم نے اپنا جھنڈا زمین میں گاڑ دیا اور کہا یہ اسلام کا جھنڈا ہے اور اب اس کی لاج مسلمانوں کے ہاتھ ہے گرنے نہ پائے یہ سُن کر مسلمانوں کو تاب نہ رہی اور اس جانبازی سے دشمن پر گرے کہ رومیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

(۱۱)

خونخوار مسلمانوں نے جو ستم اس زمین پر توڑے ہیں اُن کے خیال سے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے

میں بدنصیب تھا کہ اس معرکہ میں شریک نہ ہوا کیا ستم ہے کہ میرے تمام عزیز اس معرکہ میں ختم ہو جائیں ملک اور وطن پر قربان ہوں اور میں زندہ رہوں تم دونوں بچے ہو لیکن بہت جلد جوان ہو جاؤ گے یاد رکھنا کہ اگر میں مارا گیا تو میرے خون کا بدلا تم کو مسلمانوں سے لینا پڑے گا میں اُسوقت تک تُم کو مُنہ نہ دکھاؤں گا جب تک کہ جفاکار خالد کا تن سے سر نہ جُدا کر دونگا یہ کمبخت رومانہ یقیناً مسلمان ہو چکی ہے۔

رومانہ۔ میں تُم سے زیادہ مسلمانوں کے جان کی دشمن ہوں تمہارا خیال غلط ہے۔

یرموز۔ اچھا اگر یہ صحیح ہے تو پیغمبر اسلام کو میرے سامنے . . . . اور اقرار کر کہ وہ . . . . . . انسان تھا۔

رومانہ۔ میں تو کسی شخص کو بھی بُرا کہنا جائز نہیں سمجھتی۔

یرموز۔ ہاں ٹھیک ہے جو الفاظ میں کہتا ہوں اُن کو دُھرا اور یہ یاد رکھ جس طرح خالد کا سر تن سے جُدا کرنا فرض ہے اسی طرح تجھ کو قتل کرنا بھی۔

اب یرموز نے کمر سے خنجر اور زبان سے نہایت نامناسب الفاظ نکالے اور کہا تُو بھی کہہ۔

رومانہ۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتی۔

یرموز۔ اگر نہیں کہہ سکتی تو میں ابھی قتل کرتا ہوں۔

رومانہ۔ اگر یہ صورت ہے تو اصل یہ ہے کہ میں مسلمان ہو چکی تُو جس نام کی توہین کر رہا ہے وہ دُنیا کا بہترین انسان تھا۔

یرموز کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اُس نے رومانہ کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور کہا کہ کیا تُو ایسی خود مُختار ہو گئی کہ اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیا اور اتنی آزادی سے میرے سامنے اپنی گمراہی کا اقرار کرتی ہے۔

سلمیٰ۔ مگر یہ اب اپنی غلطی پر نادم ہیں۔

رومانہ۔ ہرگز نہیں موت ایک وقت آتی ہے مَیں ہرگز موت سے نہیں ڈرتی ہاں میری بڑی آرزو یہ ہے کہ اسلام پر خاتمہ ہو۔

یرموز۔ اسلام کا خاتمہ تجھ کو یہ دن دکھائیگا کہ تیری بوٹیاں چیل کوّوں کو دی جائینگی مَیں تجھے تمام شہر میں تشہیر کروں گا تیری لاش سرِ راہ ڈالدوں گا کہ دُنیا تجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

رومانہ۔ تُو جس کو عبرت سمجھ رہا ہے وہ میرے واسطے عزّت ہے۔

یرموز۔ کیا تجھ کو مسلمانوں کی فتح سے خوشی ہوئی۔

رومانہ۔ ہوئی اور ہمیشہ ہوگی۔

یرموز۔ خاموش ہو جا کمبخت خاموش ہو جا۔

رومانہ۔ یہ اسلام کی صداقت ہے۔

یرموز۔ یاد رکھ زبان حلق سے باہر نکال لونگا۔

رومانہ۔ اِس کے بعد۔

یرموز۔ اِس کے بعد کچھ نہیں۔

رومانہ۔ اِس کے بعد راحت اَبدی۔

یرموز۔ تُو موت کے واسطے تیار ہو۔

رومانہ۔ موت تیرے اختیار میں نہیں۔

یرموز۔ یہ ابھی ثابت ہو جائیگا۔

رومانہ۔ اگر خدا کا حکم ہے تو پُورا ہوگا ورنہ تجھ کو کچھ اختیار نہیں۔

اب یرموز نے غصّہ میں رومانہ کی گردن پکڑلی اور نہایت بیرحمی سے ایسی لات ماری کہ وہ دُور جا کر پڑی۔

سعمی۔ یرموز اگر تُم مُہلت دو تو مَیں تنہائی میں اِس سے کچھ گفتگو کرسکوں۔

رومانہ۔ نہیں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

یرموز۔ اِس نامراد کے سر پر خون سوار ہے۔

رومانہ۔ میرے سامنے اسلام کی صداقت ہے۔

یرموز۔ یہ باعث ذلّت ہوگی۔

رومانہ۔ سبب مغفرت ہوگی۔

یرموز۔ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے۔

رومانہ۔ اسلام پر قربان ہونگی۔

یرموز۔ تجھ کو اور تیرے اسلام کو مسل دونگا۔

رومانہ۔ اسلام چاند کی طرح روشن ہے۔

یرموز۔ اِس کو غارت کر دوں گا۔

رومانہ۔ خود غارت ہوگا۔

یرموز۔ زبان روک گُستاخ نہ بن۔

رومانہ۔ یہ حقیقت ہے۔

یرموز۔ یہ وحشت ہے۔

رومانہ۔ صداقت ہے۔

یرموز۔ ذلّت ہے۔

رومانہ۔ گمراہی کو چھوڑ۔

یرموز۔ اس خنجر کو دیکھ۔

رومانہ۔ یہ میرا کچھ نہیں کر سکتا۔

یرموز۔ یہ تجھ کو بیجان کرے گا۔

رومانہ۔ اگر خدا کا حکم ہے۔

یرموز۔ خدا میں ہوں

رومانہ۔ تو شیطان ہے۔

یرموز۔ [illegible] ہو۔

رومانہ۔ اشہدان لاالہ اللہ واشہدان محمد الرسول اللہ (صلعم)

یرموز۔ لعنت تجھ پر اور تیرے ایمان پر۔

رومانہ۔ قتل کر اور گستاخ نہ بن۔

یرموز۔ قتل آسان نہیں رہ رہ کر ماروں گا۔

رومانہ۔ یہ اذیت راحت ہوگی۔

یرموز۔ اسلام تجھ کو تاراج کرے گا۔

رومانہ۔ یہی منزل مقصود ہے۔

اب یرموز میں تاب نہ رہی سکتی اور صبحاً دونوں میاں بیوی اُس کو اشارہ سے منع کرتے تھے یرموز اپنا خنجر چمکا رہا تھا مگر وہ مطلق پرواہ نہ کر رہی تھی وہ دفعتہً یرموز کی طرف بڑھی اور کہا۔

میں عورت ہوں اور تُو مرد ہے اور میرے قتل پر آمادہ اور صداقت پر فدا ہونے کو تیار۔ اگر قتل ہو جاؤں تو نہایت خوش نصیب ہوں۔ تُجھ میں اگر ہمت ہے تو اپنا کام کر اور قتل کر ورنہ میں سمجھاتی ہوں اور کہتی ہوں کہ تیری فانی زندگی جلد ختم ہو جائیگی یہ ہاتھ پاؤں جس پر گھمنڈ ہے یہ زندگی جس پر بھول رہا ہے یہ طاقت جس پر پھولا ہُوا ہے سب عارضی مہمان ہیں غور کر انسانی زندگی زندگی ہی نہیں کائنات کی ہر شے ہر ذرہ دیکھنے والے کو بہت کچھ دکھا اور سمجھا رہا ہے بُڈھے ٹھڈے انسان بتا رہے ہیں کہ کس طرح کام کرنے والے اعضا بیکار ہوگئے سلطنت کے عروج و زوال پکار رہے ہیں کہ کیونکر تخت پر راج کرنے والے دُو دُو دانوں کو محتاج ہوگئے عالیشان محل اپنے رہنے بسنے

والوں کا پتہ دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ دُنیا فانی ہے پرموز ذہن پیدا کر اور زندگی سے موت کے معنی سمجھ فنا سے بقا کا سبق لے سوچ سمجھ اور دیکھ کہ کیا ہو گیا اور کیا ہو رہا ہے میں تیرے واسطے نعمت ہوں کہ تجھ کو راہ راست پر بُلاتی ہوں خدا سے ڈر اور موت کو آیا سمجھ۔

پرموز۔ تیری چرب زبانی میں اچھّی طرح سُن چکا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ تُو موت کے مُنہ اور میرے خنجر سے چھُٹ کر نہیں جا سکتی۔

رومانہ۔ موت تیرے واسطے خوفناک چیز ہو گی میرے واسطے نہیں۔

پرموز۔ اِس لئے کہ اسلام کا جنّ تیرے سر پر سوار ہے۔

رومانہ۔ یہ وہ خبط ہے جس پر میں ہزار دفعہ قربان ہو جاؤں۔

پرموز۔ تُو تو قربان ہو۔

رومانہ۔ مجھے تیرے سامنے ایک زبردست راز کا افشاء کرنا ہے۔

پرموز۔ مجھے اب کچھ سُننے کی ضرورت نہیں اتنا کہکر پرموز دانت پیستا ہُوا آگے بڑھا اور اس زور سے رومانہ کے خنجر مارا کہ کلیجہ کے پار ہو گیا خون کا فوارہ جاری ہُوا کلمۂ توحید کی آواز ہوا میں گونجی اور رومانہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی ٭

(۱۴)

اِس سے زیادہ شرم کا وقت ہمارے واسطے کونسا ہو گا کہ یہ ظالم قزاق ہمارے گھروں میں گھُس آئے اور ہم کو خانماں برباد کر دیا۔ میں جب تک خالد مکّار کا سر تن سے جُدا نہ کر لوں گا عہد کر چکا ہوں کہ دُنیا کی کسی خوشی میں شریک نہ ہوں گا۔

پرٹیس سپہ سالار فوج رومیہ کے جواب میں پرموز نے جس وقت یہ لفظ کہے اُس کا بدن جوش سے کانپ رہا تھا۔

پرٹیس۔ لیکن اسوقت تک کے موقعوں نے یہ سکھا دیا ہے کہ جب تک پُوری طرح

اطمینان نہ ہو جائے مقابلہ بے سود ہے اور سوائے ذلت کے کچھ حاصل نہیں۔ سات برس سے زیادہ ہو گئے کہ ہم اس طرح مارے مارے پھر رہے ہیں آخر کب تک یہ بربادی ہمارے واسطے رہیگی۔

اب رومیوں کا قیام شام میں ہے وہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے ان لوگوں کو جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے تیار ہوں۔

اسوقت شام کے دو مشہور شہر خوبصورتی میں بے مثل تھے حمص دار السلطنت اور بعلبک جو پرستش آفتاب کا صدر مقام تھا جب متواتر کوششوں کے بعد رومیوں کا ٹڈی دل لشکر جمع ہو گیا تو ارادہ ہوا کہ آگے بڑھیں اور دمشق کو مسلمانوں کے پنجہ سے چھڑائیں مگر پرٹیس نے اس رائے سے مخالفت کی اور کہا کہ اب دمشق مسلمانوں کا گھر ہو گیا اُن پر حملہ کرنا زیادہ مفید نہ ہو گا بہتر یہ ہی ہے کہ اُن کا حملہ روکا جائے اُن کے مُنہ کو خون لگ چکا ہے اور وہ عنقریب ہماری طرف رُخ کرنے والے ہیں۔

اِس تجویز پر بہت دیر تک بحث ہوئی بعض کا خیال تھا کہ ہماری جمعیت اسقدر کافی ہے کہ ہم کو مسلمانوں کے حملہ کا انتظار نہ کرنا چاہئے اور جسقدر جلد ممکن ہو آگے بڑھ کر اُنکو دمشق سے باہر کریں مگر کثرت رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ جلدی مناسب نہیں سب سے پہلے دریافت کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کا مقصد اب کیا ہے اس تجویز پر کوئی عملدرآمد نہ ہوا تھا کہ خبر پہنچی کہ مسلمان دمشق سے آگے بڑھ چکے اور اِدھر کا رُخ ہے اسوقت یہی بہتر معلوم ہُوا اور اسی تجویز سے سب نے اتفاق کیا کہ بجائے خود حملہ کرنے کے اپنے گھر کو دشمن سے بچائیں اور اس طرح سامنے آئیں کہ بڑھے ہوئے قدم پیچھے نہ ہٹیں۔

شام ہو رہی تھی پیروز اپنے لشکر میں خاموش اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا کہ پرٹیس نے اسے اپنے پاس بُلا کر کہا تم نے روزمانہ کے قتل میں بہت جلدی کی مجھے معلوم ہُوا ہے کہ وہ

اسلام کی عاشق زار تھی اور دمشق کے عظیم الشان معرکہ میں اُس نے مسلمانوں کو بہت بڑی مدد دی وہ نابنجار قتل کے علاوہ اور بہت سی سخت سزاؤں کی مستوجب تھی ضرورت تھی کہ اُس کا ایک ایک عضو آٹھ آٹھ دس دس روز کے بعد کاٹا جاتا اور دُنیا کو دکھایا جاتا کہ مُرتد کیا سزا پاتے ہیں تم کو معلوم نہیں کہ محاصرۂ دمشق میں جس بے ایمان نے چور دروازہ کھولا اور مسلمانوں کو اندر داخل کر دیا وہ تمہاری رُوسیاہ بیوی رومانہ ہی تھی۔

پرموز۔ بیشک وہ ایسی تھی اُس نے اس بیحیائی سے جان دی ہے کہ مَیں متعجب ہوں وہ اس خطا میں ایسی گرفتار ہوئی تھی کہ اُس کو اپنے پیٹ کے لڑکے پیٹرک کی پرواہ نہ ہوئی۔

پرٹیس۔ مجھ کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہُوا ہے کہ دروازہ اسی کمبخت نے کھولا اور ہم پر جو کچھ مصیبت آئی وہ اسی روسیاہ کے ہاتھوں سے آئی۔

پرموز۔ افسوس سانپ ہاتھ سے نکل گیا اور وہ مر چکی۔

پرٹیس۔ ہاں اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

پرموز۔ مَیں نے اُس کو مار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا۔

پرٹیس۔ ضرورت یہ تھی کہ وہ دوسروں کے واسطے عبرت ہوتی۔

پرموز۔ مَیں نے اُس کو کافی سزا دی ہے۔

پرٹیس۔ مگر تعجب یہ ہے کہ وہ وہاں پہنچی کیونکر۔

پرموز۔ اُس کے تیور کہہ رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہ ہے۔

پرٹیس۔ وہ زندہ ہوتی تو مَیں اُس سے بدلہ لیتا۔

پرموز۔ افسوس وہ موقع نکل گیا۔

(۱۳)

تین سال کے قریب رومیوں نے متواتر کوششیں کیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیں مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی ۱۵ھ ہجری تھا خلیفہ دوم کی

ہدایت کے موافق خالد ایک لشکر جرار کے ساتھ حمص کی طرف بڑھ رہے تھے رومیوں کی ٹڈی دل فوج اسوقت مسلمانوں کے مقابلہ کو تیار ہوگئی تھی اور یہ طے ہوا تھا کہ اگر اس معرکہ میں مسلمان کامیاب ہوئے تو ہم کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں۔

رومیوں کا جوش اسوقت اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ مردوں کے ساتھ عورتیں اور بچے تک شریک تھے اور جہاں تک نظر جاتی تھی زمین رومیوں سے پٹی پڑی تھی صبح کا وقت ہوگا کہ پرٹیس سپہ سالار افواج رومیہ نے سعجی کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

ہم پر جو مصیبت آئی وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی اسوقت میں نے بلیک کی قوم کی مذہب کی جو خدمات انجام دیں اگر تم غور کرو تو یہ حق رکھتی ہیں کہ رومی میرے پاؤں دھو دھو کر پئیں تمہاری لڑکی بلقیسیا جو اسوقت حسن و جمال میں ملک کی ناک ہے ایسی بدنصیب نہیں ہوسکتی کہ پیرموز جیسے سنگدل فقیر اور ناہنجار شخص کے لڑکے پیٹر سے بیاہی جائے تم خداوند مسیح کے سامنے اس کی ذمہ دار ہوگی۔

سعجی۔ مگر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوچکا اس کی منگنی پیٹر سے ہوگئی۔

پرٹیس۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔

سعجی۔ آپ پیرموز سے واقف ہیں وہ کس قسم کا آدمی ہے۔

پرٹیس۔ میں آج ہی اس کے قتل کی تجویز کرتا ہوں۔

سعجی۔ میں اس معاملہ میں کچھ عرض نہیں کرسکتی۔

پرٹیس۔ میں لڑائی سے زیادہ اس چکر میں ہوں تم خود خیال کرو بلقیسیا جیسی حسین لڑکی جو اسوقت بے مثل ہے کیا اس قابل ہے کہ پیٹر جیسے لغو بدصورت بیجیا آدمی کی بیوی بنے وہ یہ حق رکھتی ہے کہ اگر کسی سلطنت کی ملکہ نہیں تو کسی عہدہ دار کی بیوی ہو۔

سعجی۔ مجھے سرکار جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل سے عذر نہیں لیکن مجھے اس تجویز میں خون کی بو آرہی ہے۔

پرٹیس۔ ایک خون نہیں ہزار خون ہو یونہی میں مطلق پرواہ نہیں کرتا تُم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ارادہ کا کس قدر پکّا اور مزاج کا کیسا مستقل ہوں یہ میرا ہی دم ہے کہ آج دس برس سے مُسلمانوں کا مقابلہ کر رہا ہوں ورنہ جیسی جیسی ہزیمتیں ملی ہیں اور شکستیں کھائی ہیں اگر کوئی دوسرا ہوتا تو لڑائی کا نام بھی نہ لیتا یہ تو تم خاطر جمع رکھّو کہ پیاری بلقیسا میری ہو چکی میں ساری دُنیا کو اُس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھوں گا اور اگر کوئی شخص بھی اس راہ میں حائل ہُوا تو اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

سعمیٰ۔ میں تو عرض کر چکی کہ مجبور ہوں۔

پرٹیس۔ کیُوں۔

سعمیٰ۔ اِس لئے کہ منگنی ہو چکی۔

پرٹیس۔ پھر کیا ہرج ہے۔

سعمیٰ۔ سخت نامناسب ہے۔

پرٹیس۔ نامناسب کیا ہے۔

سعمیٰ۔ وہ لڑکی میری نہیں رہی۔

پرٹیس۔ پھر کس کی ہو گئی۔

سعمیٰ۔ جس سے منگنی ہوئی۔

پرٹیس۔ میں اُس کو قتل کر دوں۔

سعمیٰ۔ یہ اچھا فعل نہیں۔

پرٹیس۔ نہ ہو۔

سعمیٰ۔ اِس کے بعد کیا ہو گا۔

پرٹیس۔ وہ میری مالکہ ہو گی۔

سعمیٰ۔ مجھے امید نہیں۔

پرٹیس ۔ وجہ ۔

سعمیٰ ۔ بلقیسیا کی طبیعت ۔

پرٹیس ۔ میں درست کروں گا ۔

سعمیٰ ۔ غلط ۔

پرٹیس کی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہوگئیں اُس کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہوئی مگر اُس نے کچھ سوچا اور سوچ کر کہنے لگا ۔

پرٹیس ۔ سعمیٰ تم معاملہ پر غور کرو ۔

سعمیٰ ۔ سپہ سالار میں سچ عرض کر رہی ہوں ۔

پرٹیس ۔ ضرورت ہے کہ تم میری حالت کا اندازہ کرو ۔

سعمیٰ ۔ . . . .

پرٹیس ۔ کیا میری حالت قابل رحم نہیں ۔

سعمیٰ ۔ . . . .

پرٹیس ۔ کیا میری عزت قابل رشک نہیں ۔

پرٹیس ۔ سعمیٰ کیا میری دولت قابلِ لحاظ نہیں ۔

سعمیٰ ۔ . . . .

پرٹیس ۔ سعمیٰ خاموشی کا وقت نہیں ۔ رحم کا موقعہ ہے ۔

سعمیٰ ۔ . . . .

پرٹیس ۔ لو لو لو میرے زخم پر مرہم رکھو ۔

سعمیٰ ۔ یہ علاج میرے بس کا نہیں ۔

پرٹیس ۔ تم چاہو تو سب کچھ کر سکتی ہو ۔

سعمیٰ ۔ آپ جو فرمائیں وہ کرنے کو موجود ہوں ۔

پرٹیس۔ پیٹر کو قتل کر دو۔

سعمی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

پرٹیس۔ تم تیار ہو جاؤ میں مدد دونگا۔

سعمی۔ میں وعدہ نہیں کر سکتی۔

پرٹیس۔ سعمی مجھ پر رحم کرو۔

سعمی۔ میں وہی کہونگی کہ مجبور ہوں۔

پرٹیس۔ دیکھو پچھتاؤ گی۔

سعمی۔ جو کچھ بھی ہو۔

پرٹیس۔ دیکھو سمجھو۔

سعمی۔ سب کچھ سمجھ چکی۔

اب پرٹیس کے تیور بگڑ گئے تھے وہ اٹھا اور اس نے سعمی سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ معاملہ پر غور کرو۔

سعمی۔ میں کہہ چکی کہ بے سود ہے۔

یہ فقرہ ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ پرٹیس طیش میں آ گیا اور سعمی کی گردن پکڑ کر کہا۔ دیکھو اب کیا ہوتا ہے سعمی کی گردن پرٹیس کے ہاتھ میں تھی وہ نکلنے کی کوشش کرتی تھی مگر نکل نہ سکتی تھی کہ پرٹیس نے تلوار میان سے باہر کی اور ایک ہاتھ مارا سے باہر پھینکدیا

(۱۴)

شہر بعلبک جس کے معنی پرستش آفتاب کی جگہ ہے اپنے دور میں قیصر شام سمجھا جاتا تھا یونانی اس کو ہیلی پولس کہتے تھے اتفاقاً اس کا حاکم ہربس تھا اور گو دشمنوں کا بڑا اجتماع چاروں طرف ہو رہا تھا مگر وہ اپنی طاقت پر استقدر نازاں تھا کہ کسی مدد کی ضرورت نہ سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ میں اکیلا ہی مسلمانوں کو بہت ہوں پرٹیس کا قاصد

اُس کے پاس پیغام لاچکا تھا کہ مسلمانوں کا رُخ اِدھر ہے اور جس قدر فوج کی ضرورت ہو بھیجدی جائے مگر اُس نے مطلق پرواہ نہ کی۔

ابو عبیدہ نے سب سے پہلے بعلبک ہی کا رُخ کیا ہربس چند ہزار سوار اور کچھ بیقاعدہ پیدل فوج لے کر مقابلہ کو آیا اور ایسا دیوانہ تھا کہ سب سے پہلے خود ہی میدان میں آ جما۔ سات زخم کاری لگے اُلٹے پاؤں بھاگا اور شہر میں گھس کر دروازہ بند کر کے بیٹھا۔ ابو عبیدہ نے شہر کے سامنے ڈیرے ڈالدیئے اب بڑی خرابی یہ تھی کہ نامہ و پیام کی بھی کوئی سبیل نہ تھی اور جب تک باشندگان شہر کو اطلاع نہ دیتے اور اتمام حجت نہ ہوتی۔ حملہ اصول اسلام کے خلاف تھا مجبوراً ایک شخص کو کمند کے ذریعہ سے فصیل پر چڑھایا اور شہر والوں کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم خونریزی کے مشتاق نہیں صرف تم کو راہ راست پر بُلاتے ہیں اگر تم اسلام قبول کرو تو تمہارا شہر تم کو مبارک ہم اُلٹے چلے جائیں اگر اس میں تامل ہو تو جزیہ دو اور اگر دونوں صورتیں نامنظور ہوں تو البتہ لڑائی یقینی ہے

رومی اپنے سپہ سالار کی ہزیمت دیکھ چکے تھے اور صُلح پر مائل تھے مگر زخمی ہربس کی ضد اور حکم کے سامنے کسی کی پیش نہ گئی اُس نے قاصد کو بُرا بھلا کہا اور حکم دیا کہ فوراً نکل جاؤ۔

مسلمان اپنی طرف سے پیام پہنچا چکے اور اب حملہ کیلئے آزاد تھے صُبح سے تیاری شروع کی اور آفتاب ابھی ڈھلا بھی نہ چکا تھا کہ مشرقی دروازہ توڑ دیا اس تمام دوران میں عیسائیوں نے انجنوں کے ذریعہ سے سخت تیر برسائے مگر بہادروں کے سامنے پیش نہ گئی اور [illegible] کے بعد مسلمانوں نے حملہ کر دیا انہیں [illegible] موقعہ پر [illegible] انکار کے [illegible] کی مدد آ پہنچی اور ایک خونریز معرکہ ہوا مسلمانوں نے ہر چند کوشش کی کہ اندر چلے جائیں مگر ناکام رہے اور غروب آفتاب کے بعد واپس ہوئے۔

یہاں ایک عرصہ تک یونانی سلطنت رہ چکی تھی اس لئے رومی اور یونانی مستقل شہر بسا کر

کر رہے تھے کہ مسلمان واپس چلے جائیں رات کے وقت جب مسلمان کھانے وغیرہ میں مصروف تھے دشمن نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا ہوا سرد تھی اور مسلمان دن بھر کے تھکے ہوئے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور حملہ ہو گیا خرابی یہ تھی کہ شہر پناہ زیادہ دُور نہ تھی مسلمانوں کا بہت سا مال اور کچھ قیدی دشمن کے قبضہ میں گئے اور اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں نے میدان کو وسعت دینے کے لئے اپنے خیمے دُور پھیلا دیئے تاہم احتیاط کیواسطے تجویز یہ ہوئی کہ سعد بن زید پانسو سوار اپنے ہمراہ لے کر جن کی معیت میں پانسو پیادہ فوج ہے دمشقی دروازہ پر پہرہ دیں اور ضرار پانسو آدمیوں کے ساتھ بعلبک کی پہاڑی پر ٹھیک آدھی رات کے وقت جب یہ دونوں بہادر اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ رومیوں کی ایک کثیر تعداد دروازہ پر آئی اور چاہا کہ سعد بن زید کو معہ تمام فوج کے قتل کر دیں حملہ ہوا۔ اور سعد نے اس موقعہ پر شجاعت اسلام کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ دنگ ہے بیس ہزار سواروں کا ایک دستہ ان مٹھی بھر سواروں پر گرا اور قتل عام شروع کر دیا لیکن تعجب یہ تھا کہ باوجود اس خونریزی کے تلوار رکتی نہ تھی اور مسلمان بھاگتے نہ تھے رات کا بڑا حصہ اس میں بسر ہوا صبح کے وقت جب آفتاب کی روشنی نمودار ہوئی تو عیسائیوں نے یہ دیکھ کر سر پیٹ لیا کہ آدھے سے زیادہ فوج اپنے ہی ہاتھ سے کٹ چکی اس موقعہ پر مسلمانوں نے یہی مصلحت سمجھی اور رومی و یونانی بھی اسی پر مجبور ہوئے کہ لڑائی ملتوی ہو مگر فصیل کے قریب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اسوقت خیمے اور پیچھے ہٹا لئے اس معرکہ میں سہیل بن صباح جو مشہور افسر تھے زخمی ہو گئے اور داہنا بازو بالکل جھول گیا۔

(۱۵)

بلقیسیا کے حسن کا ڈنکا دمشق اور شام کیا دُور دُور بج رہا ہے رومی اور یونانی دونوں اس کے نام کے دیوانہ ہیں ادنیٰ اور اعلیٰ ہر نفس اس کے دیکھنے کا مشتاق ہے ایک چاند ہے جو سرزمین شام میں چمک رہا ہے ایک پھول ہے جو عمّی کے گھر میں مہک رہا ہے دُنیا اس

کا جس میں یہ حسینہ جلوہ گر ہے طواف کر رہی ہے پرٹیس اسکا کلمہ پڑھ رہا ہے ہرکیس کا لڑکا سرٹونی اسکا نام جپ رہا ہے عید آفتاب رومیوں اور یونانیوں کو میدانِ جنگ میں آئی اور یہ وہ دن تھا کہ دونوں اُس کو منانا اپنا فرض سمجھتے تھے صبح ہی سے اس خیمہ کی تیاریاں جہاں آفتاب کا بت رکھا ہوا تھا شروع ہوگئیں یہ زردوزی خیمہ تھا جس پر بیشمار جواہرات جھلمل جھلمل کر رہے تھے اندر دیبا و حریر کا فرش سونے چاندی کے تخت اعلیٰ موتیوں کی جھالر چاروں طرف لال و یاقوت کے چار آفتاب جن کی چمک شعاع آفتاب کو مات کر رہی تھی۔ وہ رات جس کی صبح کو عید تھی میدانِ جنگ میں عجیب رات تھی تمام رات طرح طرح کے جشن منتے رہے ناچنے گانے والی عورتوں کے طائفے علیحدہ علیحدہ گا رہے تھے جنگل میں منگل ہو رہا تھا جب رات کے خاتمہ کا اور آفتاب کے طلوع کا وقت قریب آیا تو مرد اور عورتیں ننگے سر میدان میں جمع ہوئے باوجود اس کے کہ مذہب رومی اور یونانی دونوں کے رگ رگ میں موجود تھا اور اسوقت آفتاب کی پرستش پر تمام سال کی بھلائی برائی کا انحصار تھا مگر تعجب یہ تھا کہ بجائے آفتاب کے بلقیسیا کے چہرہ پر نگاہ تھی جب آفتاب کی پوجا ہو چکی تو بلقیسیا اپنے خیمہ کی طرف چلی حُسن اُس کے قدموں میں لوٹ رہا تھا اور خیمۂ آفتابی کے جواہرات اُس کے سامنے ماند تھے ایک ہلکا گلابی لباس سر سے پاؤں تک اُس کے جسم پر قیامت ڈھا رہا تھا پرٹیس اور سرٹونی کیا نہ معلوم کتنے دل اور کس قدر کلیجے پامال ہو رہے تھے میدان جنگ سے اپنے خیمہ تک پہنچنا معمولی بات نہ تھی اس رفتار نے ہزاروں دل کچلے اور جس وقت سعی کا یہ چاند آنکھ سے اوجھل ہوا۔ لوگ کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئے عید آفتاب وہ دن تھا کہ دن بھر چہل پہل رہتی باجے گاجے ہوتے ہنسنا بولنا ہوتا ملنا ملانا ہوتا مگر مردوں کے چہروں پر کچھ ایسی مُردنی چھائی ہوئی تھی کہ بولنا چالنا ہنسنا ملنا تو درکنار رہا جو تھا وہ تن تنہا خاموش فکرمند تھا۔

خرابی یہ پڑی تھی کہ کوئی اپنی مصیبت کا اظہار دوسرے پر نہ کر سکتا تھا ایک حمام میں سب ننگے ایک تھے گھر میں سب بیمار ایک مرض میں سب گرفتار تھے اور عید کا انحصار اس پر تھا کہ سعی کا

چاند خیمہ سے نکل کر ایک دفعہ اور سطح زمین پر نمودار ہو جائے۔

پیٹر ان تمام واقعات سے اچھی طرح آشنا تھا اور جب سے پرٹیس نے سعمی کو قتل ک صبحعا پیٹر اور پرموز تینوں کے تینوں پریشان تھے وہ لڑائی اور مقابلے سب بھول گ تھے اور اُن کا خیال یہ تھا کہ خواہ ایک چھوڑ تمام دُنیا کی سلطنت پر مُسلمان قابض ہو جائیں لیک ہم یہاں سے کسی طرح نکل بھاگیں پرموز جو رومانہ کے قتل کے بعد جوش و خروش سے میدا جنگ میں معہ اہل و عیال پہنچا تھا اُس کو ایسی کافی سزا ملی کہ چھٹی کا کھایا یاد آگیا مصیبت تھی کہ بھاگنے کا بھی موقعہ نہ تھا۔ پرٹیس نے خاص انتظام کر دیا تھا کہ بلقیسیا کے خیمہ پر چنگی پہ ہر وقت موجود رہے بظاہر تو اس کے معنی یہ تھے کہ حفاظت رہے اور کسی قسم کی تکلیف ہو لیکن درحقیقت اس کا منشا یہ تھا کہ یہ بھاگنے نہ پائیں۔

پرموز اپنی حرکت پر ایسا نادم تھا کہ ہر چند سوچتا مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی قتل ن اُس کے ہوش اُڑا دیئے تھے اور وہ خوب جانتا تھا کہ جب سعمی موت کے گھاٹ اُتا گئی تو میں کس گنتی میں ہوں۔

پرموز۔ پیٹر۔ صبحعا اور بلقیسیا چاروں اپنے خیمہ میں خاموش بیٹھے تھے کہ پرموز نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی"

صبحعا۔ اور اب اس کا علاج نہیں۔

پیٹر۔ رہائی کی کوئی صورت ہی نہیں۔

بلقیسیا۔ ایک ہے۔

پیٹر۔ وہ کیا۔

بلقیسیا۔ مسلمان حملہ کریں اور ہم کو شکست ہو۔

پرموز۔ ہاں ہے تو ٹھیک۔

پیٹر۔ جدھر مُنہ اُٹھیگا بھاگ جائینگے۔

بلقیسیا۔ لیکن یہ یقینی تو نہیں ہے۔

پرموز۔ یہ تو ظاہر ہے۔

پیٹر۔ رات کو کسی طرح بھاگ چلیں۔

پرموز۔ ناممکن۔

پیٹر۔ کیوں۔

پرموز۔ سخت پہرہ ہے۔

پیٹر۔ آخر اس سے مطلب کیا ہے۔

پرموز۔ وہی مطلب جس نے سعمیٰ کی جان لی۔

پیٹر۔ ایسا ظالم انسان ہرگز سپہ سالاری کے قابل نہیں۔

پرموز۔ بیشک مگر اب ہو ہی کیا سکتا ہے۔

پیٹر۔ میں خود ہرقل کے پاس جاؤں۔

پرموز۔ وہ پرٹیس کے مقابلہ میں ہرگز نہ سُنے گا۔

پیٹر۔ میں اُس کو قتل کر دوں۔

پرموز۔ میں خود کروں گا۔

پیٹر۔ پھر انتظار کاہے کا ہے۔

پرموز۔ سوچ رہا تھا کہ شائد اور کوئی صورت نکل آئے۔

پیٹر۔ آج کی دعوت مصیبت ہے۔

پرموز۔ مگر شریک تو ہونا پڑے گا۔

بلقیسیا۔ اب چلنا چاہئے۔

پیٹر۔ ہاں وقت تو ہو گیا۔

پرموز۔ چلو۔

پیٹر۔ بلقیسیا اُٹھو۔

بلقیسیا۔ کیا اُٹھوں۔

پرموز۔ چلو آج تو چلو پھر سوچیں گے کہ کیا تدبیر کریں۔

پیٹر۔ تدبیر اسی وقت کیوں نہ کریں۔

پرموز۔ سوچا اگر کوئی بات سمجھ میں آسکے۔

پیٹر۔ اس سے بہتر موقع کیا ہوگا۔

پرموز۔ وہ کیونکر۔

پیٹر۔ مَیں خنجر لے چلتا ہوں۔

پرموز۔ وہ سمجھ نہ سکے گا۔

پیٹر۔ سمجھ جائے۔

پرموز۔ فوراً قید کردے گا۔

پیٹر۔ بلا سے۔

پرموز۔ پھر کیا فایدہ ہُوا۔

پیٹر۔ مَیں چھپا کر لے چلوں گا۔

پرموز۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔

پیٹر۔ چھوٹا خنجر لے لونگا۔

پرموز۔ اُس کے تمام نوکر چاکر محافظ موجود ہونگے۔

پیٹر۔ مَیں تو آج مصمّم قصد کرچکا ہوں۔

پرموز۔ ایک اور احتمال بھی ہے۔

پیٹر۔ وہ کیا؟

پرموز۔ ممکن ہے اِس کوشش میں بلقیسیا پر کوئی آنچ آجائے۔

پیٹر۔ ہاں یہ بات معقول ہے۔

پرموز۔ آج کا قصد ملتوی کرو۔

پیٹر۔ بہت اچھا۔

آفتاب غروب ہورہا تھا کہ یہ چاروں اپنے خیمہ سے باہر نکلے مہ جبیں بلقیسیا ایک مقناطیسی کشش رکھتی تھی کہ میدان ادھر ہی سمٹ گیا نگاہیں اُس کے رُخ روشن پر تھیں اور دل قابو سے باہر ہورہے تھے ہوا اُس کے قدموں پر لوٹ لوٹ کر قربان ہورہی تھی بال اُس کے چہرہ پر جھُولا جھُول رہے تھے پرٹیس اپنے خیمہ کے باہر اس مہ لقا کے استقبال کو کھڑا تھا ایک ایک لمحہ ایک ایک سال تھا اشتیاق آمیز نظریں خیمہ کی طرف جاتی تھیں اور ناکام واپس آتی تھیں یہانتک کہ کوشش نے اُس پھُول کو دیکھا زمین جس کے قدموں کو بوسہ دے رہی تھی دل خوشی کے مارے اُچھل پڑا اب یہ چاروں ہی قریب پہنچ چکے تھے ہاتھ ملایا ساتھ لایا اور کہا۔

کِس زبان سے اِن قدموں کا شکریہ ادا کروں۔

پرموز۔ اِس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔

پرٹیس۔ آپ لوگوں نے تکلیف کی۔

پرموز۔ یہ تو ہماری غریب افزائی ہے۔

اِسکے بعد پرٹیس نے پرموز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایک طرف لیجا کر کہنے لگا۔

پرٹیس۔ آپ کے علم میں ہے کہ مہ جبیں بلقیسیا کے فراق میں میری کیا حالت ہو رہی ہے لڑائی اور مقابلہ سب ختم ہوگیا اب تو میرے دم پر بن رہی ہے یہ تمام عذاب آپ کی گردن پر ہوگا کہ آپ اس معاملہ میں مجھے مدد نہیں دیتے۔

پرموز۔ مجھے معلوم ہے کہ جس سوال نے ستمی کو موت کے مُنہ میں دھکیلا وہی آج میرے سامنے پیش ہے۔

پرٹیس۔ مَیں سعمیٰ کے مقابلہ میں بے قصور ہوں اُس نے نہ صرف مجھے مدد دینے سے انکار کیا بلکہ میری سخت توہین کی۔

پرموز۔ لیکن آپ کے سوال سے سعمیٰ کی خود کس قدر توہین ہوئی ہوگی۔

پرٹیس۔ تعلق جس طرح سعمیٰ کیواسطے مایۂ ناز تھا اسی طرح تمہارے واسطے بھی ہے۔

پرموز۔ لیکن آپ وہ سوال کرتے ہیں اور ہم سے اُس فعل کے خواستگار ہیں جو کسی شریعت میں جائز نہیں۔

پرٹیس۔ یہاں شریعت کی بحث نہیں صرف عنایت کی ضرورت ہے۔

پرموز۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی عنایت کوئی نہیں کرسکتا۔

پرٹیس۔ مَیں حکومت کے زور سے نہیں منّت کے طور پر کہتا ہوں۔

پرموز۔ یہ حکومت کرسکتی ہے نہ منّت۔

پرٹیس۔ آخر کیوں۔

پرموز۔ اِس لئے کہ ناممکن ہے۔

پرٹیس۔ ناممکن کیوں ہے۔

پرموز۔ اِس لئے کہ اُس کی منگنی ہو چکی۔

پرٹیس۔ کیا منگنی ٹوٹ نہیں سکتی۔

پرموز۔ کس وجہ سے۔

پرٹیس۔ اِس لئے کہ وہ صرف میرے قابل ہے۔

پرموز۔ یہ تمہاری شان سے بعید ہے جو کہہ رہے ہو۔

پرٹیس۔ مَیں عاشق ہوں اور عشق میں شان باقی نہیں رہتی۔

پرموز۔ تو کیا عشق میں ہر فعل جائز ہے۔

پرٹیس۔ یقیناً۔

پرموز۔ ہرگز نہیں۔

پرٹیس۔ ابھی پیٹر بچہ ہے وہ اس کی قدر نہیں کر سکتا۔

پرموز۔ وہ آپ سے۔ بہت زیادہ قدر کرتا ہے۔

پرٹیس۔ اُس کی قدر جھوٹی ہے۔

پرموز۔ آپ کا خیال لغو ہے۔

پرٹیس۔ تم میرے مہمان ہو ایسی باتیں نہ کرو۔

پرموز۔ آپ سپہ سالار ہیں انسانیت سے کام لیجئے۔

پرٹیس۔ تو کیا میں جانور ہوں۔

پرموز۔ بیشک یہ جانوروں کا کام ہے۔

پرٹیس۔ کیا میں تم کو اپنا کلیجہ کھول کر دکھاؤں۔

پرموز۔ کیا ہوگا۔

پرٹیس۔ بلقیسیا کے عشق میں چھلنی۔

پرموز۔ بلقیسیا دوسرے کی ملکیت ہے۔

پرٹیس۔ اسی کا علاج کر رہا ہوں۔

پرموز۔ یہ علاج بے سُود ہے۔

گفتگو اسی طرح ہوتی رہی کہ چار مسلح آدمی آموجود ہوئے اور پرٹیس کے اشارہ سے پرموز گرفتار کر لیا اب پرٹیس اپنے خیمہ میں آیا تو صرف بلقیسیا موجود تھی اور خاموش بیٹھی تھی۔

ایک فوجی افسر نے حاضری کی اجازت طلب کی اور عرض کیا۔

افسر۔ تینوں قیدی۔ پیٹر۔ صبحعا۔ پرموز ایک ہی جگہ رکھے جائیں یا علیحدہ علیحدہ۔

پرٹیس نے کچھ سوچا اور حکم دیا سردست الگ الگ رکھو اب پرٹیس بلقیسیا ک طرف متوجہ ہُوا اور کہنے لگا۔

گُل اندام بلقیسیا یہ پائے نازک جس پر تمام دُنیا کی کائنات قربان ہو میرے سر اور آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہیں ان قدموں کو بوسہ دوں اِس صورت کو سجدہ کروں اِس حُسن کو کلیجہ میں رکھوں۔ اے بلقیسیا مجھ پر رحم کر۔

بلقیسیا۔ میرے اور عزیز کہاں ہیں۔

پریٹس۔ تجھے خبر ہے اس آگ کی جو میرے سینہ میں بھڑک ہی ہے تجھے علم ہے اس اندھیر کا جسنے میری آنکھیں اندھی کردیں تُو جانتی ہے اُس اضطراب کو جسنے مجھے وحشی بنادیا

بلقیسیا دل میں آگ ہے آنکھوں پر پردہ ہے۔ دماغ میں خبط ہے اپنے رحم وکرم سے۔ اپنی عنایت ومحبت سے اس آگ کو ٹھنڈا کر ان آنکھوں کو روشن اور اس دماغ کو صحیح کر۔

بلقیسیا۔ میرے عزیز کہاں ہیں۔

پریٹس۔ سب موجود ہیں۔

بلقیسیا۔ اُن کو بلاؤ۔

پریٹس۔ اُن کو بلانا میرے اختیار میں نہیں تیرے اختیار میں ہے۔

بلقیسیا۔ سپہ سالار آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔

پریٹس۔ میں سپہ سالار نہیں تیرا غلام ہوں۔

اتنا کہہ کر پریٹس نے بلقیسیا کا ہاتھ پکڑنا چاہا اور آگے بڑھا مگر بلقیسیا دُور کھڑی ہو گئی اور کہا۔

بلقیسیا۔ یہ صحیح ہے کہ میں تنہا ہوں یہ بھی درست ہے کہ میں عورت ہوں مگر دیکھ یہ خنجر میرے پاس موجود ہے جو تجھ جیسے جفاکار کو دم بھر میں درست کر دیگا تیری آگ اِسی سے تیری آنکھیں اِسی سے اور تیرا دماغ اسی سے اچھا روشن اور درست ہوگا۔

پریٹس۔ میرے دل وجان کی مالک مجھ پر کرم کر۔

بلقیسیا۔ میں اس قسم کی باتیں نہیں سُن سکتی۔

پرڈیس۔ اے بلقیسیا رحم کر۔

بلقیسیا۔ مَیں قدموں میں سر رکھتی ہوں ہم سب کو یہاں سے نکل جانے دے۔

پرڈیس۔ مَیں اس صورت پر قربان ہوتا ہوں مجھے غلامی میں قبول کر۔

بلقیسیا۔ تُو سنگدل ہے۔

پرڈیس۔ مَیں قابلِ رحم ہوں۔

بلقیسیا۔ تُو لائق قتل ہے۔ میرے عزیزوں کو بُلا دے۔

پرڈیس۔ یہ خنجر پھینک دے۔

بلقیسیا۔ ہرگز نہیں۔

پرڈیس۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔

اتنا کہہ کر پرڈیس جھپٹا اور بلقیسیا کا وہ ہاتھ جس میں خنجر تھا پکڑ لیا اور خنجر چھین کر الگ پھینک دیا اور کہا اب مَیں پھر التجا کرتا ہوں۔

بلقیسیا۔ گو میں نہتی ہو گئی لیکن میری نسوانی جُرأت مجھ میں موجود ہے اور یہ وہ ہتھیار ہے جو کسی طرح چھن نہیں سکتا مَیں تیرے مُنہ پر لعنت بھیجتی ہوں۔

پرڈیس۔ ایک چھچھورے لڑکے کی بجائے سپہ سالار کی بیوی بن۔

بلقیسیا۔ اپنی زبان روک۔

پرڈیس۔ منّت کی انتہا اور التجا کی حد ہو گئی مَیں کچھ قوت بھی رکھتا ہوں۔

بلقیسیا۔ مَیں تیری قوت کو خاک میں ملاؤنگی۔

اتنا کہہ کر بلقیسیا خاموش ہوئی تو پرڈیس نے شراب کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور کہا۔ آج عید آفتاب ہے اور وہ دن ہے کہ ہر رومی اور یونانی خوشیاں منا رہا ہے مگر افسوس میری تقدیر پر کہ تُو کسی طرح رحم نہیں کرتی۔

بلقیسیا۔ تو میرے عزیزوں کو بُلا دے۔

پرٹیس۔ اگر تُو مجھ سے شادی کا وعدہ کرے۔

بلقیسیا۔ مجھ کو تکلیف نہ دے۔

پرٹیس۔ یہ ایک پیالہ میرے ہاتھ سے پی اور دیکھ کہ آج عیدِ آفتاب کے جشن میں کیہ
ہوتا ہے تمام فوج تجھے سجدہ کرے گی۔

بلقیسیا۔ مَیں تجھ پر اور تیری فوج پر دونوں پر لعنت بھیجتی ہوں۔

پرٹیس۔ تجھے معلوم ہے کہ مَیں اِس زمین کا بادشاہ ہوں۔

بلقیسیا۔ پھر۔

پرٹیس۔ مَیں چشم زدن میں تیری مزاج درست کر دوں گا۔

بلقیسیا۔ وہ کیونکر۔

پرٹیس۔ تو عنقریب دیکھیگی کہ تیرا شوہر تیرا خُسر تیرا باپ سب تیری آنکھوں کے
سامنے قتل ہونگے۔

بلقیسیا۔ اِس کے بعد۔

پرٹیس۔ تُو میری بیوی ہوگی۔

بلقیسیا۔ یہ ناممکن ہے۔

پرٹیس۔ یہ ممکن ہوگا۔

بلقیسیا۔ مَیں سچ کہہ رہی ہوں۔

پرٹیس۔ مَیں دکھا دونگا۔

بلقیسیا۔ تیرے سر پر شیطان سوار ہے۔

پرٹیس۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ تیرا غلام ہوں۔

بلقیسیا۔ میرے عزیز کو بُلا دے۔

پرٹیس۔ شادی کا وعدہ کر۔

بلقیسیا۔ اِس کا ذکر نہ کر۔

پرٹیس۔ اِسی پر دار و مدار ہے۔

بلقیسیا۔ یاد رکھ ہر عزیز اس عصمت پر اور اپنی جان اِس عزّت پر قُربان کرنا میرے واسطے باعث فخر ہے مگر تجُھ جیسے روسیاہ سے بات کرنی باعثِ شرم۔

پرٹیس۔ اِسقدر گُستاخ نہ ہو۔

بلقیسیا۔ مَیں جو کچھ کہتی ہوں سچ ہے۔

پرٹیس۔ اپنے عزیزوں پر رحم کر۔

بلقیسیا۔ عصمت کے مقابلہ میں عزیز کوئی چیز نہیں۔

اب پرٹیس نے شراب اور پی اور قریب پہنچ کر کہا ہائے بلقیسیا اس صورت پر یہ دل۔ اتنا کہکر پرٹیس چاہتا تھا کہ بلقیسیا کے گلے میں ہاتھ ڈالے کہ خیمہ میں کسی شخص کے داخلہ کی آواز آئی پرٹیس نے مڑکر دیکھا اور کہا۔ کون۔ سر ٹونی۔ یہ وقت آنے کا کیا ہے کہو کیا ہُوا ہے۔

سر ٹونی۔ کچھ نہیں۔

پرٹیس۔ کیا مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔

سر ٹونی۔ مجھے عِلم نہیں۔

پرٹیس۔ پھر اسوقت کیوں آئے ہو۔

سر ٹونی۔ تمہارے لُطف میں شریک ہونے۔

پرٹیس۔ تم کو اپنی حقیقت پر نظر ڈالنی چاہئے۔

سر ٹونی۔ ڈال چُکا۔

پرٹیس۔ معلوم ہے کس سے باتیں کر رہے ہو۔

سر ٹونی۔ خوب جانتا ہوں۔

پرٹیس۔ مَیں کون ہوں۔

سرٹونی۔ ایک شیطان۔

اب پرٹیس کو تاب نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ اپنا خنجر اُٹھائے کہ سرٹونی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا مَیں خود بھی مسلح ہوں تجھ کو شرم نہیں آتی کہ ایک ایسی نازنین پر دست درازی کر رہا ہے جس پر تجھ جیسے ہزاروں قربان ہو جائیں تجھ کو معلوم نہیں کہ مجھ سے زیادہ اِس کا حقدار کوئی نہیں۔

پرٹیس۔ بس زبان روک۔

سرٹونی۔ او نابکار گریبان میں مُنہ ڈال۔

اب پرٹیس بے قابو تھا وہ سرٹونی کو لپٹ گیا سرٹونی بھی طاقت میں کم نہ تھا دیر تک ہشت مشت ہوتی رہی یہاں تک کہ سرٹونی نے پرٹیس کو زمین پر پٹخ دیا اور خنجر نکال کر چاہتا تھا کہ کام تمام کر دے مگر جب پرٹیس کو موت کا یقین ہو گیا تو کہنے لگا میری جان مجھ کو بخش مَیں آیندہ سے تیرا محکوم ہوں۔

سرٹونی اس کے سینہ سے اُترا مگر اتنی دیر میں بلقیسا کا پتہ نہ تھا۔

(۱۶)

اسلامی خیموں کا پیچھے ہٹنا تھا کہ ہربس کی جان میں جان آگئی اور اُس کو یقین کامل ہو گیا کہ مسلمانوں میں لڑنے کی ہمّت نہیں فوراً لشکر کو حملہ کا حکم دیا جس دروازہ پر ابو عبیدہ موجود تھے حملہ اُدھر ہی ہُوا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ سہیل بن صباز خمی ہونیکی وجہ سے میدان جنگ میں نہ جا سکے مگر ایک بلند پہاڑی پر بیٹھ کر کیفیت دیکھنے لگے۔ یونانیوں کا لشکر تعداد میں بہت زیادہ تھا ابو عبیدہ کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اگر اسوقت سہیل بن صبا کا دماغ کام نہ کرتا تو یقیناً شکست ہو گئی ہوتی سعد اور ضرار علیحدہ علیحدہ دروازوں پر موجود تھے اور لڑائی اُدھر ہو رہی تھی سہیل نے ہر چند چاہا کہ سعد اور ضرار کو مدد کیواسطے

بلائیں۔ مگر نہ خود جا سکتے تھے نہ آواز جا سکتی تھی انہوں نے فوراً پہاڑی میں آگ لگا دی دُھواں اور شعلہ اسقدر بلند ہوئے کہ سعد اور ضرار دروازوں پر آ گئے اور اپنے دستوں کو لیکر واپس ہوئے تو معلوم ہُوا کہ لڑائی ہو رہی ہے اور رنگ بگڑ گیا فوراً مدد کو پہنچے اب رُومی اور یُونانی تاب نہ لا سکے پیچھے ہٹے مگر ہربس یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ سب طرف سے محصور ہے اور ہر سمت مسلمان موجود ہیں اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ہربس نے اپنا رُخ پہاڑی کی طرف کیا لڑائی اسوقت سینہ بسینہ اور دست بدست تھی ہربس پیچھے ہٹتا ہُوا دامن کوہ تک پہنچا اور یہاں ایک گرجا میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ اسوقت تجویز یہ ہوئی کہ سعد گرجا کا محاصرہ کریں اور ابو عبیدہ بعلبک کا ایک دن اور ایک رات اسی طرح گذرے ہربس سمجھ گیا تھا کہ یہاں کب تک بھوکا پیاسا رہ سکتا ہوں اُسنے اپنا زرّیں لباس اُتارا اور معمولی کپڑے پہنے قاصد کا بھیس بدل سعد کی خدمت میں حاضر ہُوا اور صُلح کی گفتگو شروع کی۔ سعد نے کہا کہ مجھ کو اس معاملہ میں رائے یا جواب دینے کا حق نہیں اسکا جواب ابو عبیدہؓ دے سکتے ہیں ہربس نے التجا کی کہ مجھے اُن کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔

سعد نے یہ منظور کر لیا اور ابو عبیدہ کے پاس پہنچا دیا۔ شرائط صُلح پیش ہوئیں مسلمان جو کچھ زبان سے کہہ چکے تھے ابتک اُس پر قائم رہے اور جزیہ کی شرط منظور کی۔ اُسوقت ابو عبیدہؓ نے باشندگان شہر کے سامنے ایک دلچسپ تقریر کی اور فرمایا کہ ہم نے سب سے پہلے جو پیام بھیجا تھا اُس کی ایک شرط یہ بھی تھی جو تم لوگ اسوقت منظور کرتے ہو اگر پشیمان و نادم ہو کر منظور کرنے کی بجائے پہلے سے منظور کر لیتے تو مخلوق خدا کا اسقدر خون نہ ہوتا۔

مسلمانوں کے پاس اسوقت جو کچھ مالِ غنیمت تھا وہ سب انہوں نے شہروالونکے ہاتھ کوڑیوں کے مُول بیچ دیا کیونکہ تکلّف کا اسباب اُن کیواسطے بیکار تھا ہربس صُلح کے بعد مسلمانوں سے تو کچھ نہ بولا مگر اُس نے اپنا غصّہ اپنے بھائی بندوں پر نکالا اور یہ دیکھ کر کہ مالِ غنیمت اسقدر آسانی سے اُن کے ہاتھ لگا۔ اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا اور اُسنے کہا

کہ صرف میری وجہ سے یہ تمام مال تمہارے ہاتھ لگا اگر مَیں ایسی شرائط پر صُلح نہ کراتا تو تمہارا کیا حشر ہوتا اس مال میں سے چوتھائی مجھے بھی دو واس قسم کی بعض باتیں اور تھیں جن کی وجہ سے رعیت بگڑ گئی اور ہرتبس کو قتل کر دیا۔

مُسلمان شرائط صُلح کے موافق اپنے ڈیرے باہر ڈالے پڑے تھے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ سعد کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ بعلبک کی سرداری آپ منظور کیجئے مگر سعد اور ابو عبیدہ نے انکار کر دیا کہ ہم شرائط صلح کے برخلاف نہیں کر سکتے عیسائیوں نے اصرار کیا تو انہوں نے امیر المومنین کو اطلاع دی اور جب وہاں سے اجازت آگئی تو مسلمان بعلبک میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے ۔

(۱۷)

بلقیسیا آدھی رات کے وقت چاروں طرف دیکھتی بھالتی چلی جا رہی تھی کہ کسی جگہ اُس کو اپنے عزیز قیدی نظر آجائیں دُنیا عالم خواب میں تھی اور وہ عالم اضطراب میں رات چاندنی تھی اور چاندنی اس کے معصوم چہرہ کی بلائیں لے رہی تھی مگر خوف کے سخت آثار اس کی صورت سے ظاہر ہو رہے تھے لیکن حُسن اب بھی اُس کے جلوہ میں حاضر تھا کہ وہ چلتے چلتے رُکی اور اُس کے کان میں یہ آواز آئی۔

کون...........

بلقیسیا۔.........

شخص۔ جواب دے کون ہے۔

بلقیسیا۔ مَیں ظالم آپرٹیس کی مظلوم۔

شخص۔ کیا عورت ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں۔

شخص۔ کیا تم یونانی نہیں ہو۔

بلقیسیا۔ نہیں۔

شخص۔ پھر کون ہو۔

بلقیسیا۔ عیسائی۔

شخص۔ اور پرپٹس کی شاکی۔

بلقیسیا۔ وہ نہایت ظالم شخص ہے۔

شخص۔ افسوس۔

بلقیسیا۔ تمہاری گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ تم عیسائی ہو نہ یونانی مجھے بتا سکتے ہو کہ کون ہو۔

شخص۔ مَیں مسلمان ہوں۔

بلقیسیا۔ تم ایک مظلوم کو کچھ مدد دے سکتے ہو۔

شخص۔ سر آنکھوں سے۔

بلقیسیا۔ میرے عزیزوں کو محض نفس کی خاطر ستمگر ہرکبس پرپٹس نے قید کر رکھا ہے مَیں اُن کی رہائی کی فکر میں پھر رہی ہوں۔

شخص۔ اگر تم مجھ کو بتا سکو کہ تمہارے قیدی کہاں ہیں تو مَیں ضرور اُن کی رہائی کی کوشش کروں۔

بلقیسیا۔ مجھے صرف اپنے باپ کا پتہ چلا ہے اور اگر تم میرے ساتھ چلو تو مَیں تم کو بتادوں کہ وہ کہاں ہیں۔

شخص۔ نہایت خوشی سے چلو۔

بلقیسیا اُس شخص کے ساتھ چلی اور ایک خیمہ کے قریب پہنچ کر کہا یہ مسلح سپاہی پہرہ دے رہا ہے اس خیمہ میں صجعا قید ہے۔

اُن دونوں کی گفتگو سے سپاہی کے کان کھڑے ہوئے اور اُس نے دریافت کیا کہ کون ہے اس کے جواب میں اُس شخص کی برہنہ تلوار سر پر تھی جسنے دو ٹکڑے

کر دیئے اور بلقیسیا سے کہا جاؤ تم اپنے باپ کو نکال لو۔ بلقیسیا خیمہ کے اندر گئی صجعا کو باہر لا کر اُس شخص کو دکھایا اور کیفیت سُنائی۔

صجعا۔ مَیں آپکی اس عنایت کا بیحد ممنون ہوں گمان غالب ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔

شخص۔ یہ شکریہ کا موقعہ ہے نہ سوال کا آپ اپنے دوسرے عزیزوں کو بتائیں کہ مَیں اُن کے چھڑانے کی کوشش کردوں۔

صجعا۔ ہرموز اس خیمہ کی پُشت پر ہے مگر اُس کے بیٹے ہیٹر کی مجھے خبر نہیں۔

شخص۔ جس کی خبر ہے آپ اُسی کا پتہ دیجئے۔

صجعا۔ آیئے۔

رات کا پچھلا پہر ہو چکا تھا اور نیند کا جادُو ہر متنفس پر چل رہا تھا بلقیسیا صجعا اور وہ شخص تینوں اُس خیمہ کی طرف گئے تو محافظ بیخبر پڑا سوتا تھا وہ شخص اندر گھُسا اور ہرموز کو ساتھ لے کر باہر آیا اور پوچھا اب تیسرے شخص کا پتہ بتائیے۔

صجعا۔ یہ شخص فرشتہ رحمت ہے کہ ہم دونوں کی جان بچائی ہم کو خبر نہ تھی کہ مسلمان ایسے نیک ہوتے ہیں۔

شخص۔ آپ اپنے تیسرے شخص کا نشان دیجئے صبح سے پہلے مجھے اپنے لشکر میں پہنچنا ہے اور رات ختم کے قریب ہے۔

ہرموز نے عرض کیا کہ ہیٹر برابر والے خیمہ میں ہے اور یہ ایک ہی پہرہ دار دونوں خیموں کا تھا لیکن اب آپ کا وہاں جانا مصلحت نہیں۔

شخص۔ مصلحت وغیرہ کا آپ خیال نہ کیجئے اور یہاں سے دُور چلے جائیے۔

صجعا۔ یہ انسانیت نہیں ہے کہ ہم آپ کو خطرہ میں ڈالدیں اس شخص نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خیمہ کی طرف چلا گیا صجعا۔ ہرموز اور بلقیسیا تینوں کے تینوں وہاں سے دُور چلے گئے اور بلقیسیا نے کہا۔

بلقیسیا۔ کیا مسلمان اِس شان کے انسان ہوتے ہیں۔

صبحا۔ آج رومانہ کے کہنے کا یقین ہوگیا ابتک زبان سے سُنا تھا آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پرموز۔ کمال کا آدمی ہے۔

بلقیسیا۔ بے مثل ہے

صبحا۔ مگر یہ اتنی دیر کیوں لگی۔

بلقیسیا۔ کچھ نہ کچھ ہُوا ضرور۔

پرموز۔ غالباً۔

بلقیسیا۔ پھر کیا کرنا چاہئے۔

صبحا۔ یہاں ٹھہرنا دُور اندیشی کے خلاف ہے۔

بلقیسیا۔ یہاں سے چلا جانا بھی انسانیت سے بعید ہے۔

اتنے میں وہ شخص پیٹر کو کندھے پر لے آیا اور کہا۔

شخص۔ اِن کی نیند تو عجیب ہے مُردوں کو بھی مات کر دیا میں جھنجوڑتے جھنجوڑتے تھک گیا مگر یہ ہوشیار نہ ہوئے میں پہچانتا ہی نہیں دیکھئے یہ ہی ہیں ان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

پرموز۔ جی ہاں یہ ہی پیٹر ہیں۔

اب پیٹر بھی آنکھیں مل رہا تھا اُس نے گھبرا کر سب کو دیکھا اور کہا کیا ماجرا ہے۔

اُس شخص نے اب بلقیسیا کی طرف دیکھا فرط مسرت سے اُس کا چاند سا چہرہ پھول کی طرح کھل رہا تھا لبوں کی مُسکراہٹ نے محسن کا شکریہ آنکھوں کی زبان سے ادا کیا اور یہ آواز آئی۔

اب مجھے رخصت کی اجازت دیجئے آپ لوگ اب کہاں جائینگے۔

صبحا۔ آپ کی عنایت سے ہم لوگوں کو یہاں سے چھٹکارا ملا آپ شوق سے جائیے ہم اپنا اسباب وغیرہ خیمہ سے لے کر رخصت ہوتے ہیں۔

شخص۔ بہت اچھا۔

اسوقت پھر دونوں نگاہیں ایک ہوئیں وہ شخص ادھر اور یہ سب اپنے خیمہ کی طرف گئے خیمہ میں داخل ہوتے ہی سب نے اپنا اسباب سمیٹا غیر ضروری اور سستی چیزیں وہیں چھوڑیں باہر نکلنے کا قصد کر ہی رہے تھے کہ سٹر ٹونی اور پریٹس دونوں مسلح سر پر آپہنچے اور کہا

بلقیسیا ہم دونوں کے جھگڑوں سے تو نے خوب فائدہ اُٹھایا مگر یاد رکھ ہم ایسے بیوقوف نہیں کہ تجھ سے ہاتھ اُٹھائیں اتنا کہہ کر پریٹس نے با آواز بلند کہا چلو۔ چار آدمی خیمہ میں داخل ہوئے تو اُن سے کہا۔

ان دونوں مردوں کو فوراً گرفتار کرو اور حراست میں رکھو۔

یہ موزا اور پیٹر دونوں حراست میں رکھے گئے تو پریٹس نے کہا میں میدانِ جنگ کے ضروری انتظام کرنے جاتا ہوں آپ اپنی بلقیسیا سے باتیں کیجئے۔

پریٹس چلا گیا تو سٹر ٹونی نے بلقیسیا سے کہا۔ احسان نہیں وقت کی بات ہے کہ میری ناچیز خدمات میری محبوبہ کے کام آئیں اور اُس مکّار کے پنجہ سے چھٹکارا پایا اب اُن دونوں کا خیال نہ کیجئے میں اُن کو بھی چھڑاؤنگا اور اُس روسیاہ کو اُس کے کرتوتوں کا خوب مزہ چکھاؤنگا مجھ سے تو آپ غالباً ناخوش نہ ہونگی۔

بلقیسیا۔ مجھے آپ کی گفتگو میں بھی شرارت کی بُو آتی ہے۔

سٹر ٹونی۔ کیا محبت کو شرارت کہتے ہیں۔

بلقیسیا۔ میں محبت کے قابل نہیں ہوں۔

سٹر ٹونی۔ آپ کو تو قدرت نے وہ صورت دی ہے کہ پرستش کی جائے۔

بلقیسیا۔ میں اِس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتی۔

صبحعا۔ کیا آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ غیر عورت سے اس قسم کی گفتگو کی جائے۔

سرٹونی اتنا سنتے ہی آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا۔

سرٹونی۔ بڈھے تجھ کو کیا حق ہے کہ تو ہمارے معاملہ میں دخل دے۔

صبحعا۔ ہر شخص مجاز ہے کہ بے ایمان کو بے ایمان کہے۔

سرٹونی۔ کیا تیرے سر پر قضا کھیل رہی ہے۔

صبحعا۔ میں معقول بات کہہ رہا ہوں۔

سرٹونی۔ اپنی خیر چاہتا ہے تو خاموش رہ بلکہ میری سفارش کر۔

صبحعا۔ میں تجھ جیسے خبیث سے بات بھی نہیں کرنی چاہتا۔

سرٹونی۔ میں تجھ روسیاہ کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔

صبحعا۔ بس تو خیمہ سے باہر چلا جا۔

سرٹونی۔ تجھ کو نکالنے کا کیا حق حاصل ہے۔

صبحعا۔ اس لئے کہ میں اس کا مالک ہوں۔

سرٹونی۔ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔

صبحعا۔ کیوں۔

سرٹونی۔ اس لئے کہ طاقتور ہوں۔

صبحعا۔ میں ہرگز خیمہ سے باہر نہ جاؤں گا۔

سرٹونی۔ میں اس کو زبردستی لیجاؤں گا۔

صبحعا۔ تو یہ بھی نہیں کر سکتا۔

سرٹونی۔ بس خاموش ہو جا۔

اب سرٹونی کا خنجر آبدار صبحعا کے سر پر تھا مگر بجائے کسی خوف و دہشت کے صبحعا کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے ساتھ خداوند کی طاقت رکھتے ہیں۔ تمہارے ناپاک ارادے خاک میں ملینگے۔

اب وہ خنجر جو سر پر تھا دفعتہً صجعا کے پیٹ میں اُتر گیا ہرچند بلقیسیا آگے بڑھی روکنا چاہا۔ مگر کوشش بے سود تھی پرندے صُبح کا مژدہ پہنچا رہے تھے اور بدنصیب بلقیسیا باپ کے سرہانے کھڑی رو رہی تھی۔

بلقیسیا۔ یہ وہ وقت ہے کہ میرا کلیجہ مُنہ کو آرہا ہے خدا مجھ کو زندہ نہ رکھتا کہ میری وجہ سے آپ کو یہ دن دیکھنا پڑا الہٰی کیا کروں۔

صجعا۔ میرا یہ آخری وقت ہے اور ضرورت ہے کہ مَیں ایک راز افشاء کروں۔

بلقیسیا۔ کیا۔

صجعا۔ یاد رکھو کہ یہ راز تمہاری زبان سے باہر نہ نکلے۔

بلقیسیا۔ ہرگز نہیں۔

صجعا۔ قسم کھاؤ۔

بلقیسیا۔ مَیں آپ کے مقدّس سر کی قسم کھاتی ہوں۔

صجعا۔ آخری وقت ہے اب بولنے کی ہمت نہیں۔

بلقیسیا۔ کچھ فرمائیے؟

صجعا۔ یہ منگنی درست نہیں۔

صجعا۔ راہب ..... ولیوار عامل۔

بلقیسیا۔ میرے اچھّے باپ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

صجعا۔ مجھ سے بولا نہیں جاتا۔

بلقیسیا نے دیکھا کہ صجعا کی زبان بند ہو گئی اُسنے اشارہ سے بچّی کو اپنے پاس بُلایا اُ گلے سے لگا کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھایا اور خدا کے سپرد کر کے یہاں سے رخصت ہو گیا۔

(۱۸)

اردن اور دمشق کے بعد اب تین شہر بیت المقدس حمص اور انطاکیہ باقی تھے جو

فتح ہونا شام کی مکمّل فتح تھی گو انطاکیہ کی فتح اِس لئے کہ ہرقل کا پایۂ تخت تھا قریب قریب پوری فتح تھی مگر حمص اُس کے مقابلہ میں قریب تھا اِس لئے مناسب یہ ہی معلوم ہُوا کہ پہلے حمص پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ابو عبیدہ معہ اپنے لشکر کے حمص کی طرف روانہ ہوئے اور باہر ٹھہر کر ایک خط حمص والوں کو لکھا جس کا مفہوم یہ تھا۔

ابو عبیدہ بن الجراح کی طرف سے جو امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کی فوج کا سپہ سالار ہے معلوم ہو کہ تم اپنی قوت دولت اور اتفاق پر بھول کر راہ راست سے نہ دور جاؤ۔ کیونکہ تمہاری آنکھ اور کان سُن رہے ہیں کہ تُم سے بہت زیادہ مضبوط قلعے رکھنے والے دولتمند اور طاقتور حکم الٰہی کے آگے جُھک گئے۔ مَیں سب سے پہلے تم کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان دولت کے بھوکے نہیں نہ حکومت کے اُن کا عین منشا خدا کی مخلوق کو راہ راست پر بُلانا ہے۔ مَیں تُم کو دعوت دیتا ہوں اسلام کی اور بُلاتا ہوں سیدھے راستہ پر اُس راستہ پر جو خدا کے سچے رسولؐ اور ہادئ برحق محمد صلعم نے بتایا یہ ہی ہے وہ راستہ جس پر چل کر تم منزلِ مقصود یعنی خدا کی رضامندی حاصل کرو گے اگر تم ایمان لاؤ تو ہم کو مطلع کرو کہ ہم چند آدمی تمہارے پاس بھیجیں جو تم کو مسائل بتائیں اور مسلمان کریں اگر تم کو اس سے انکار ہے اور پسند نہیں کرتے تو جزیہ دو اور اطمینان سے زندگی بسر کرو اِن دونوں شرطوں کے انکار کے بعد تیغ اسلامی میان سے باہر نکلے گی اور تم جانتے ہو کہ اس تلوار نے ابتک کیا جوہر اس سرزمین میں دکھلائے ہیں۔

عیسائیوں پر اس تحریر اور پیام کا کیا اثر ہو سکتا تھا متواتر فتوحات اسلامی نے اُن کا جوش اسقدر زیادہ کر دیا تھا کہ وہ اپنی جانیں قربان کرنے کو موجود تھے اور چاہتے تھے کہ یا تو مسلمانوں کو اس سرزمین سے نکال باہر کریں ورنہ خود فنا ہو جائیں۔ انہوں نے قاصد کے سامنے خط کے پُرزے کر دیئے اور حقارت کے ساتھ کہا۔

اسوقت جو مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں وہ محض اتفاق تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود عیسائیوں کے باہمی نفاق نے یہ دن دکھایا لیکن مسلمان اچھی طرح یاد رکھیں

کہ حمص کی سرزمین کا ایک گز بھی مسلمانوں کے ہاتھ نہ آئیگا اس زمین پر خون کی ندیاں بہینگی اور جسوقت حمص کا ایک متنفس بھی زندہ نہ رہیگا اُسوقت مسلمان قابض ہو سکتے ہیں قاصد ابھی پہنچا ہی تھا کہ حمصیوں نے حملہ کردیا مسلمان ابھی تک تیار بھی نہ ہوئے تھے اور اُن کو لڑائی کا سامان گمان بھی نہ تھا کہ دشمن سر پر آدھمکا لڑائی دن بھر جاری رہی حمصیوں نے غیر معمولی جراٗت سے کام لیا اور اس بہادری سے لڑے کہ مسلمان بھی دنگ رہ گئے۔

شام کے وقت لڑائی ختم ہوئی اور فریقین اطمینان سے بیٹھے تو ایک قاصد ابوعبیدہؓ کی خدمت میں آیا اور بظاہر مسلمانوں کا دوست بن کر کہا کہ حمصیوں کے پاس اس استحکام پر غلہ کی اسقدر کثرت ہے کہ کئی مہینہ تک اُن کو شہر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہو گی قاصد یہ کہہ کر چلا گیا مگر ابوعبیدہ کو اس خاص معاملہ کا فکر ہو گیا اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہمارا قصد سردست اور جگہ حملہ کرنے کا ہے مناسب یہ ہے کہ تم ایک ہفتہ کا سامان رسد ہم کو دیدو اور ہم پہلے ادھر حملہ کریں حمصی اس تجویز پر راضی ہو گئے اور ایک ہفتہ کا سامان رسد دیدینے کا وعدہ کیا اب مسلمانوں نے کہا کہ ہم غلہ بقیمت لینگے انہوں نے دُکانیں کھولدیں اور جسقدر غلّہ اُن کے پاس موجود تھا اُس کا بڑا حصّہ مسلمانوں نے خرید لیا مسلمانوں نے چاہا کہ پہلے حمص ہی سے فارغ ہولیں مگر ابوعبیدہ نے کہا چونکہ ہم وعدہ کر چکے ہیں اس لئے وعدہ خلافی نہ کرینگے اور فوج کو کوُچ کا حکم دیا +

(۱۹)

میں وہ ہوں کہ گردن کی ایک گردش زبان کے ایک کلمہ آنکھ کے ایک اشارہ سے اس جفاکار قیدی کی جو تیرا خسر ہے جان بچا سکتا ہوں اور اسی طرح اپنے اشارہ سے اس کو موت کے سپرد کر سکتا ہوں۔

بلقیسیا۔ مجھ کو ماں کی پرواہ ہے نہ باپ کی لیکن تو یہ یاد رکھ کہ تیری آرزو کبھی پوری نہیں ہو سکتی میں عصمت کے مقابلہ میں دُنیا کی کوئی چیز عزیز نہیں سمجھتی۔

پرٹیس۔ سوچ۔ انسانیت کے جو مرحلے تھے عاجزی کی جو صورتیں تھیں وہ سب ختم ہو گئیں اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں ہرموز کو تیرے سامنے قتل کردوں اور تجھ کو دکھاؤں کہ سرکش رومیوں کا کیا حشر ہوا کرتا ہے۔

بلقیسیا۔ میں اپنی عصمت پر بہت کچھ قربان کر چکی اور اب بھی ہر قسم کی قربانی جائز سمجھتی ہوں۔

پرٹیس۔ تو بھاگ کر چلی تھی اگر تسرٹونی وقت پر نہ پہنچ جاتا تو یقیناً تو چل ہی دیتی میں تیرے شوہر اور باپ دونوں کو قتل کردوں گا۔

بلقیسیا۔ تجھ جیسے ظالم اور جفا کار آدمیوں کے پاس سے بھاگ جانا عین عقلمندی ہے میں نے کوئی ناجائز فعل نہیں کیا۔

پرٹیس۔ میں پھر تجھ کو سمجھاتا ہوں کہ پیٹر اور ہرموز دونوں کی جان پر رحم کر اُن دونوں کی جان تیرے ہاتھ میں ہے تجھ کو مجھ سے شادی کرنی پڑے گی اور یہ ناممکن ہے کہ میرے پنجے سے نکل جائے لیکن یاد رکھ کہ ہمیشہ پچھتائیگی اور اسوقت کو روئیگی۔

بلقیسیا۔ مطلق نہیں تو مطمئن رہ وہ وقت کبھی نہ آئیگا۔

پرٹیس۔ اچھا اب تو باز نہ آئیگی۔

بلقیسیا۔ . . . .

اس کے بعد پرٹیس نے آواز دی اور ایک جلاد ننگی تلوار لے کر سامنے آیا۔

پرٹیس۔ اسے لیجاؤ اور قتل کرو۔

جلاد نے ہرموز کا ہاتھ پکڑا اور چلنے لگا تو ہرموز نے کہا۔

ہرموز۔ سپہ سالار مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں بلقیسیا سے تنہائی میں باتیں کروں۔

پرٹیس۔ نہایت خوشی سے۔

پرٹیس اس کے بعد باہر چلا گیا خیمہ والے تھے ہرموز نے کہا۔

پرموز۔ بلقیسیا میری جان اسوقت تیرے ہاتھ میں ہے۔

بلقیسیا۔ میں کچھ نہیں کرسکتی۔

پرموز۔ یہ عجیب موقعہ ہے اور اسوقت اگر تو نے عقلمندی سے کام نہ لیا تو نتیجہ نہایت ہی خراب ہوگا تیرا اس میں کیا نقصان ہے کہ تو اگر دل سے نہیں تو صرف مصلحتاً زبان سے اقرار کرلے اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا۔

بلقیسیا نے اس کا کچھ جواب نہ دیا مگر کچھ دیر تک معاملہ پر غور کرتی رہی پرموز برابر اُس کو سمجھاتا اور نشیب و فراز دکھاتا رہا لیکن وہ قطعاً خاموش تھی جب پرموز کو کسی بات کا جواب نہ ملا اور خاموشی دیر تک طاری رہی تو پرٹیس اندر آیا اور کہا اب میں آجاؤں پرموز نے ٹوٹے دل اور رکی ہوئی زبان سے جواب دیا ہاں آجائیے۔ پرٹیس اندر آیا تو اُس کے چہرہ سے تمکنت اور اشتیاق ظاہر ہورہا تھا پرموز نے اُس کے چہرہ پر نظر ڈالی اور کہا مجھ کو تھوڑی دیر کے واسطے باہر بھیجدو اور مجھے امید ہے کہ بلقیسیا میری جان بچانے میں پوری مدد دیگی۔

یہ درخواست منظور کی گئی اور پرٹیس نے حکم دیا کہ پرموز ایک آدمی کی حراست میں باہر چلا جائے اس حکم کی تعمیل ہوئی اور پرموز چلا گیا تو خیمہ میں چند لمحہ تک بالکل سناٹا تھا اس کے بعد پرٹیس نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ میں ان نازک ہونٹوں سے بہت جلد اپنی تقدیر کا کوئی فیصلہ سنوں گا۔

بلقیسیا خاموش تھی پرٹیس نے دوسری مرتبہ ان الفاظ کو دُھرایا تو کہنے لگی ابھی تو تمہارے سامنے ایک عظیم الشان جنگ کا فتح کرنا ہے سب سے پہلے تو اسے ختم کرو اُس کے بعد سرٹونی سے معاملہ یکسو کرو جب دونوں باتوں سے فارغ ہوجاؤ گے اُس کے بعد دیکھا جائیگا پرٹیس خوشی سے اُچھل پڑا اُس نے فوراً بلقیسیا کے قدموں میں سر رکھدیا اور کہا۔

ان قدموں پر قربان ہونگا ان قدموں پر نثار اور فدا ہونگا بلقیسیا مجھ کو دُنیا کی کسی

کامیابی کی اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اسوقت ہوئی تُونے مجھے مُردہ کو زندہ کر دیا لڑائی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں مگر سرٹونی کا فیصلہ مَیں آج ہی کر دونگا۔

بلقیسیا۔ وہ سخت سزا کے لائق ہے اُس نے میرے باپ کو قتل کیا مَیں اُس کی صورت دیکھنی نہیں چاہتی۔

پرٹیس۔ یہ تم نے مجھے ابتک کیوں نہ کہا مَیں اُس کو ابھی قتل کرتا ہوں اب پرٹیس نے حکم دیا کہ پرموز کو رہا کر دو اور یہ کہہ کر کہ مَیں ابھی سرٹونی کا سر ان قدموں میں لاکر ڈالتا ہوں باہر چلا گیا چلتے چلتے رُکا اور کہنے لگا۔ شرط یہ ہے کہ اگر مَیں اُس کا سر لاؤں تو ابھی میری آرزو پوری ہو اور نکاح آج ہی ہو جائے۔

بلقیسیا۔ تُم اپنا کام تو پورا کرو۔

پرٹیس۔ ابھی لو۔

پرموز سامنے آیا اور کہا سپہ سالار کہاں کا قصد ہے۔

پرٹیس۔ بلقیسیا نے شادی کی دو شرطیں پیش کی ہیں۔

پرموز۔ وہ کیا۔

پرٹیس۔ لڑائی کا فیصلہ اور سرٹونی کا سر۔

پرموز۔ بہت ٹھیک۔

پرٹیس۔ مگر مَیں نے ایک بات اور کہی۔

پرموز۔ کیا۔

پرٹیس۔ آپ خود دیکھئے لڑائی کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا۔

پرموز۔ ہاں درست ہے۔

پرٹیس۔ سرٹونی کا سر ابھی لاتا ہوں۔

پرموز۔ معقول۔

پرٹیس۔ مگر آپ گواہ رہیئے۔

پرموز۔ کس بات کے۔

پرٹیس۔ سَرتوتی کا سر لاتے ہی شادی ہو جائے۔

پرموز۔ کیوں بلقیسیا۔

بلقیسیا۔ پہلے سَر تو آنے دو۔

پرٹیس۔ وعدہ تو کرلو۔

پرموز۔ ہاں زبان سے اقرار کرو۔

بلقیسیا۔ اقرار ہی ہے۔

پرٹیس۔ بس مگر ایک بات اور ہے۔

پرموز۔ وہ کیا۔

پرٹیس۔ میں اُس کو نہیں لاتا ہوں۔

(۲۰)

مسلمانوں کا فاتح لشکر ارسنا کے سامنے ڈیرے ڈالے پڑا ہے ارسنا نہایت زر
اور شاداب مقام تھا اس کا قلعہ اسقدر مستحکم اور استوار تھا کہ شہر والوں کے دل میں یہ
بھی پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ اُن کو شکست ہو گی اور دشمن اس قلعہ کی موجودگی میں ان
فتح پا سکے گا۔

ابو عبیدہ نے اپنے اصول کے موافق ارسینوں کو پہلے دعوت اسلام دی مگ
اُنہوں نے صاف انکار کر دیا اُس کے بعد جزیہ کو کہا وہ بھی منظور نہ ہُوا اور بجا
اس کے کہ خود مسلمان دو شرطوں کے بعد لڑائی کا پیام بھیجتے ارسینوں نے کہلا
تم کو معلوم نہیں کہ ارسنا کا قلعہ اسوقت دُور دُور اپنا ثانی نہیں رکھتا اس کا فتح کر
مُنہ کا نوالہ نہیں ہمارے پاس اسقدر رسد اور غلّہ موجود ہے کہ برسوں بھی ہم کو با

نکلنے کی ضرورت نہ ہوگی علاوہ ازیں ہمارے پاس وہ انجن موجود ہیں کہ شب و روز م پر پتھر برسائینگے اور تم کو دروازہ کے اندر گھسنا تو درکنار حملہ بھی کرنا نصیب نہ ہوگا اسکا واب ابوعبیدہ نے کچھ نہ دیا مگر سنگین قلعہ اور اُس کے استحکامات آنکھوں کے سامنے تھے اُسوقت مسلمان ایک ایسی چال چلے کہ رومی باوصف اس کے کہ بہت ہوشیار ور چالاک تھے بات کی تہہ نہ سمجھ سکے اور وہ یہ تھی کہ ہمارے پاس اسباب زیادہ ہے ور ہم کو اُس کے ساتھ رکھنے میں دقت ہوگی اور ہم آگے جاتے ہیں تو ہم کو یہ اسباب روکے گا اگر تم مناسب سمجھو تو ہمارے کچھ صندوق امانت رکھ لو ارسنیوں نے یہ تجویز منظور کرلی اور کہا صندوق بھیجدو یہ بیس صندوق بھیجدیے گئے لیکن اس میں بجائے ال و اسباب کے مسلح سپاہی تھے۔ جرار عبداللہ بن جعفر عبدالرحمن بن ابی بکر وغیرہ نے س خدمت کو منظور کرلیا اور اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر قلعہ کے اندر صندوق میں بند جا پہنچے

اِدھر خالد بن ولید اپنی فوج لے کر شرقی دروازہ پر آئے اُدھر سے ابوعبیدہ شمالی دروازہ کی طرف۔

آرسنی گرجا میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عبداللہ بن جعفر صندوق سے باہر نکلے ور چودہ آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر گرجا میں پہنچے قلعہ کا دروازہ گرجا سے متصل تھا سب سے پہلا کام عبداللہ نے یہ کیا کہ قلعہ کا دروازہ کھولا خالد اس موقعہ کے منتظر ہی تھے اندر داخل ہوگئے ارسینوں کے یہ رنگ دیکھ کر چھکے چھوٹ گئے مگر انہوں نے اتنی عقلمندی کی کہ گو مقابلہ کیواسطے اسی طرح تیار تھے مگر یہاں خونریزی مناسب نہ سمجھی اور کہا ہم سے غلطی ہوگئی ہم اس کا خمیازہ بھگتیں گے ابوعبیدہ نے اس کے جواب میں کہا۔

تم ہمارے آنے سے کسی قسم کا خوف و اندیشہ نہ کرو ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے مذہبی معاملات میں کبھی دخل نہ دینگے تم کو وہی حق اس جگہ حاصل ہوگا جو ہم کو ہے مذہبی فرائض کے ادا کرنے میں جس طرح تم ہم سے روک ٹوک نہ کرسکو گے اسی طرح ہم بھی نہ کرسکیں گے

یہ معقول تجویز تھی ارسینوں نے خواہش کی کہ ہم کو چوبیس گھنٹہ کی مُہلت ملنی چاہیئے اس کے بعد ہم جواب دینگے۔

ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ ہم کو اس مہلت کے دینے میں تامل نہیں لیکن قلعہ کے اندر اتنے عرصہ تک ہمارا ہی قبضہ رہیگا۔

ارسینوں نے یہ شرط منظور کر لی اور مسلمان چوبیس گھنٹہ تک وہاں موجود رہے صبح کی نماز سے فراغت پانے کے بعد ابو عبیدہ خاموش بیٹھے تھے کہ ارسنیوں کا قاصد آیا اور اُس نے کہا۔

ہم کو آپ کی شرطیں منظور ہیں لیکن ایک شرط ہماری بھی ہے۔

ابو عبیدہ۔ وہ کیا ہے۔

قاصد۔ آپکو مذہبی امور کے علاوہ ہمارے مراسم میں بھی دخل دینے کا حق نہ ہوگا یہ شرط بھی منظور کر لی گئی اور ارسنا پر بلا کسی خونریزی کے مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

(۲۱)

تُو نے اُس کو جسے محبُوب سمجھتا تھا اس کو جس پر جان فدا کرتا تھا دھوکا دیا تکلیف دی۔ اذیّت دی تجھے شرم نہ آئی اُسوقت جب تو نے اُس کی آنکھوں کے سامنے صبحا کو قتل کیا اِسی پر محبّت کا دعویٰ تھا اسوقت جبکہ تو میرے سامنے گرفتار پابجولان کھڑا ہے بکری کی طرح خاموش ہے لیکن تو وہ فتنہ پرواز ہے کہ ایک لمحہ تیرا زندہ رہنا دُنیا کے واسطے سخت مضر ہے۔

سرٹوٹی۔ مَیں اسوقت دھوکے میں گرفتار ہو گیا لیکن تو اگر انصاف سے کام لے انسانیت سے غور کرے تو مَیں وہی ہوں جس نے اپنے کرم سے تیری جان بخشی کی اور تجھ پر رحم کھا کر زندہ چھوڑ دیا۔

پریٹس۔ اُسوقت کا ذکر نہ کر وہ محض اتفاق تھا مَیں نے تُجھ جیسے ہزاروں ذلیل زمین میں دفن کر دیئے تجھ ذلیل سے مَیں کیا مغلوب ہو سکتا تھا۔

سرٹونی۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا امتحان کر مجھ کو رہا کر اور مقابلہ میں آ۔

پرٹیس۔ میں ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں ہوں کہ تیرے دھوکے میں آ کر چھوڑ دوں اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔

سرٹونی۔ تو مجھ کو جو سزا دینی چاہتا ہے دے۔

پرٹیس۔ سزا۔ سزا۔ تیری سزا قتل ہو گی۔

سرٹونی۔ خاموش۔

پرٹیس۔ کیوں مہ جبین بلقیسیا کیا حکم ہے میں خود قتل کروں۔

بلقیسیا۔ سرٹونی وہ وقت یاد ہے جب تو نے میرے بیگناہ باپ کو قتل کیا اور مجھے وہ صدمہ پہنچایا جس کی تلافی اب ناممکن ہے۔

سرٹونی۔ وہ اس کا سزاوار تھا۔

بلقیسیا۔ اب تو بھی اسی کا سزاوار ہے۔

پرٹیس۔ ایک سپہ سالار کی ملکہ سے گستاخانہ گفتگو نہ کر۔

سرٹونی۔ تجھ جیسے سپہ سالار میری ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

پرٹیس۔ لیکن تو میرے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔

سرٹونی۔ یہ اتفاق ہے تو نے مجھے دھوکہ سے گرفتار کیا اور اگر مجھے یہ شبہ بھی ہو جاتا تو بے ایمان بھی ہے محسن کش بھی ہے تو ہرگز گرفتار نہ ہوتا۔

پرٹیس۔ میں اب اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں اور قتل کا حکم دیتا ہوں تجھ کو معلوم ہے کہ میری جان و مال کی مالک بلقیسیا نے مجھ سے یہ شرط کی ہے کہ تیرا سر اس کو میری ملکہ بنا دے گا۔

بلقیسیا۔ سرٹونی میں اس شرط میں حق بجانب ہوں۔

سرٹونی۔ کس واسطے۔

بلقیسیا۔ اس لئے کہ جس طرح تو نے میرے بیگناہ باپ کو قتل کیا اسی طرح تو میرے

سامنے قتل ہو وہ بے قصور تھا تُو خطاوار ہے وہ رحم کا مستحق تھا اور تُو سزا کا مستوجب۔

پرٹیس۔ بس مہ جبیں ایسے گستاخ کے مُنہ نہ لگو۔

بلقیسیا۔ مَیں کچھ نہیں کہتی صرف جواب دیتی ہوں۔

پرٹیس۔ اب اس کو لیجا کر قتل کر دو اور اس کا سَر لا کر ملکہ کے قدموں پر قربان کر دو۔

بلقیسیا۔ مَیں بھی قتل کا تماشا دیکھونگی۔

پرٹیس۔ تو مَیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔

بلقیسیا۔ او سنگدل سرٹونی تجھے دیکھ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اُترتا ہے نہ بھُول وہ وقت جب ایک خنجر کی طاقت پر تو خدا کو بھُول گیا ایک کمزور عورت پر جو طاقت پر تھی تُو نے محض اپنے نفس سے مغلوب ہو کر حملہ کیا وہ وقت ہمیشہ رہنے والا نہ تھا آج وہی تو ہے اور وہی تیری طاقت مگر اُسوقت تو قاتل تھا آج مقتول ہے لیکن یہ یاد رکھ کہ وہ بیگناہ تھا اور تو اپنے کردار کو پہنچتا ہے۔

پرٹیس۔ اِس کا باپ بھی نہایت کمینہ اور مکّار آدمی ہے۔

سرٹونی۔ پرٹیس اپنی زبان روک اور حد سے آگے نہ بڑھ۔

پرٹیس۔ اب بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔

بلقیسیا۔ کیوں سرٹونی تجھے وہ وقت یاد ہے۔

سرٹونی۔ ہاں یاد ہے اور مَیں نے جو کچھ کیا خوب کیا۔

خیمہ کے دروازہ پر چند آدمیوں کے بولنے کی آواز آئی فوراً ایک شخص اندر گھُسا اور کہا۔

شخص۔ پرٹیس یہ تو بتاؤ سرٹونی کہاں ہے ہربس کی صورت دیکھتے ہی پرٹیس کے ہوش اُڑ گئے وہ سنبھلا اور ہنس کر کہا۔

پرٹیس۔ یہ تمہارے پیچھے کھڑا ہے اور واجب القتل ہے۔

ہربس۔ بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر آپے سے باہر ہوگیا اور اسی وقت اپنی تلوار نکال ٹُوٹ پڑا۔

پرٹیس بھی مسلح تھا مگر اس سے پہلے کہ مقابلہ کیواسطے تیار ہوتا اُس کی گردن زمین پر تڑپ رہی تھی اب سرٹونی آزاد تھا اور افواج رومیہ کا سپہ سالار۔ اس نے سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ اسی وقت یرموز گرفتار ہوکر حاضر کیا جائے جسوقت گرفتار یرموز سامنے آیا تو سرٹونی دیکھ کر ہنسا اور کہا۔

تُونے دیکھ لیا میرا اقبال کیا رنگ دکھا گیا وہی کمبخت پرٹیس جو تھوڑی دیر پہلے کیا کچھ بک رہا تھا اب کہاں ہے تُو میری طاقت دیکھ اتنا کہہ کر اُس نے ایک تلوار یرموز کے سر پر دی اور یرموز دھڑام سے پیچھے گرا۔

اس کے بعد سرٹونی بلقیسیا کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا۔

مَیں پرٹیس نہیں ہوں کہ تیرے دھوکہ میں آکر مارا جاؤں مَیں سرٹونی ہوں اگر تو مجھ سے شادی کرتی ہے تو مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ صرف اِس تمام فوج کی مالک ہوگی بلکہ آرون کی ملکہ ہوگی اور اگر انکار ہے تو یہ ہی تلوار اب تیرا بھی خاتمہ کرتی ہے۔

سرٹونی زبان ہی سے نہ کہہ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور بلقیسیا کو یقین کامل تھا کہ عنقریب یہ خون آلودہ تلوار میرا کام بھی تمام کرنیوالی ہے اُسنے سرٹونی کو ایک خاص نظر سے دیکھا اور کہا۔

بلقیسیا۔ مگر تم کو کچھ اور بھی معلوم ہے۔

سرٹونی۔ کیا۔

بلقیسیا۔ میرا شوہر زندہ ہے۔

سرٹونی۔ مَیں اُس کو بھی قتل کردوں گا۔

بلقیسیا۔ یہیں موجود ہے۔

سرٹوفی۔ ابھی بلواتا ہوں۔ کیا پیٹر۔

بلقیسیا۔ ہاں۔

سرٹوفی نے حکم دیا کہ پیٹر کو حاضر کرو اور خود بلقیسیا کو باہر لیکر نکلا رات چاندنی تھی مگر چاند آسمان پر نہیں زمین پر تھا جس کی شعاعیں بلقیسیا کے رُخ روشن سے نکل رہی تھیں وہ ایک مظلوم چڑیا کی طرح جو باز کے پنجہ میں گرفتار ہو سرٹوفی کے ساتھ تھی مگر اُس کا دل ہُوا ہو رہا تھا کہ دفعتہً سرٹوفی نے پکڑ کر کہا۔

کچھ پروا نہیں اگر تیرا شوہر زندہ ہے اُس کی مجال نہیں کہ وہ میرے سامنے دم مار سکے اگر تو شادی پر رضامند ہے تو وہ کیا کر سکتا ہے۔

بلقیسیا۔ مجھے تو کوئی عُذر نہیں۔

سرٹوفی۔ تو اس سے بہتر موقعہ اور کون ہوگا کہ میرا باپ ہیٹربس بھی یہاں موجود ہے کل ہی نکاح ہو جائے۔

بلقیسیا۔ یہ تو آپ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

سرٹوفی۔ مگر تو وہ وقت یاد کر جب مردود پیٹر کے پہلو میں بیٹھی مجھ کو باتیں سُنا رہی تھی۔

بلقیسیا۔ وہ سب کچھ ہو چکا اُس کا ذکر فضول ہے۔

سرٹوفی۔ مگر میں اُس منظر کو نہیں بھول سکتا تو بیوفا ہے آیندہ بھی دغا دیگی۔

بلقیسیا۔ اِس وہم کا علاج میں کیا بتاؤں۔

اب ایک اور آواز کان میں آئی جو یہ تھی تم دونو ٹھہر جاؤ۔

ایک شخص سامنے آیا جس کو دیکھ کر بلقیسیا لپٹ گئی اور کہا مجھ کو بچاؤ؟

سرٹوفی نے اُس شخص کو دیکھا اور کہا۔ تو کون ہے فوراً سامنے سے غارت ہو ورنہ دُور کر دوں گا۔

شخص۔ ہم نے تجھ جیسے [illegible] کرنے والے بہت سے دیکھے ہیں۔

اتنا کہہ کر اُس شخص نے تلوار نکال لی اور کہا اگر ابھی خیر چاہتا ہے تو سامنے سے چلا جا۔ ورنہ ابھی جہنم میں پہنچاتا ہوں۔

سرٹوبی نے کچھ سوچا مگر صرف ایک خنجر پاس تھا اور مقابلہ کی طاقت نہ تھی دُم دبا کر بھاگا اُس کے جانے کے بعد بلقیسیا نے کہا۔

میں کس زبان سے آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کروں آپ میرے واسطے فرشتۂ رحمت ہیں کیا سب مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔

شخص۔ مسلمان مظلوم کی اعانت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

بلقیسیا۔ آپ نے اُس روز جو احسان کیا میں اُسی کا معاوضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں آج آپ نے مُول لے لیا۔

شخص۔ مگر میری غرض اس فعل سے کسی قسم کا احسان نہ تھا۔

بلقیسیا۔ آپ کا نام۔

شخص۔ میرا نام اسعد بن حسین۔

بلقیسیا۔ آپ یہاں کس غرض سے آئے تھے۔

اسعد۔ میں یہاں رومیوں کے حالات معلوم کرنے آتا رہتا ہوں۔

بلقیسیا۔ آپ کا پڑاؤ یہاں سے کتنی دُور ہے۔

اسعد۔ بارہ تیرہ فرسنگ ہے۔

بلقیسیا۔ آپ مجسم رحمت ہیں۔

اسعد۔ آپ کو جہاں جانا ہو جائیے یہ کون شخص تھا۔

بلقیسیا۔ یہ ہربس کا لڑکا سرٹوبی ہے۔

اسعد۔ آپ اس کے قبضہ میں کیونکر پہنچیں۔

بلقیسیا۔ میں ایک [illegible] [illegible]

اسعد۔ کیا آپ مجھے اپنا حال بتا سکتی ہیں۔

بلقیسیا نے اس کے بعد اپنی مفصل کیفیت سنائی اور آخر میں یہ بھی کہا کہ میرا منگیتر پیٹر زندہ ہے لیکن مجھے امید نہیں کہ میں اس دنیا میں زندہ رہ سکوں۔

اسعد۔ آپ جہاں جانا چاہیں میں آپ کو پہنچا دوں۔

بلقیسیا۔ آپ کا احسان یونہی کیا کم ہے کہ اور تکلیف دوں۔

اسعد۔ دیکھئے صبح قریب آ گئی۔

بلقیسیا۔ آپ جاتے ہیں۔

اسعد۔ ہاں۔

بلقیسیا۔ پھر دوبارہ کب ملاقات ہوگی۔

اسعد۔ اسی جگہ کہیں ہو جائے گی ٭

(۲۲)

میں دیکھ رہا ہوں کہ جو یقین جو محبت جو خیال ایک بیوی کو اپنے شوہر کا ہونا چاہیے وہ اے میری جان بلقیسیا تجھ کو میرا نہیں میں اپنی طرف سے تجھ کو یقین دلا چکا کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں اس میں شک نہیں کہ میری ظاہری حیثیت میری مالی حالت میری کمبخت صورت اس قابل نہیں کہ اس موہنی صورت کا مالک بن سکوں مگر تیری عنایت ہر ناممکن کو ممکن کر سکتی ہے۔

بلقیسیا۔ جو تعلق ماں باپ پیدا کر گئے جو معاہدہ مرنے والوں نے کر لیا جو رسم بزرگ پوری کر چکے اس کو منقطع کرنا میری شرافت نہیں میں ایسی ذلیل نہیں کہ ان کے نام پر کوئی حرف لاؤں میں جس طرح ایک شریف بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہیے اسی طرح آپ کے واسطے حاضر ہوں۔

پیٹر۔ اگر یہ صحیح ہے تو نکاح ہو جانا چاہیے۔

بلقیسیا۔ میں نے اس سے کب انکار کیا ہے۔

پیٹر۔ تو یہاں ہمارا رہنا فضول ہے چلو اپنے وطن چلیں۔

بلقیسیا۔ ضرور۔

یہ گفتگو طے ہونے کے بعد پیٹر اور بلقیسیا دونوں وطن کی طرف روانہ ہوئے مگر وہ وہاں سے صرف ایک فرسنگ گئے ہونگے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں نے اُن کے خیالات منتشر کر دیئے اور انہوں نے دیکھا کہ پانچ مسلح سوار اُن کی طرف آ رہے ہیں بچ کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے مگر اب ایک شخص سر پر موجود تھا اور وہ سرٹوبی تھا جسنے دانت پیس کر کہا تُو میرے پنجہ سے بھاگ کر کہاں جا سکتی ہے اور وہ تیرا حمائتی کہاں گیا ہاں اس پیٹر کو بھی گرفتار کرو اسوقت نہ ہاتھ آیا ورنہ جب ہی قتل کر دیتا۔ بلقیسیا اور پیٹر دونوں گرفتار ہو گئے اور سرٹوبی اُن کو اپنے ساتھ لے کر چلا سرٹوبی کی کیفیت عجیب تھی وہ رستے بھر دانت پیستا تھا اور پیٹر کو طرح طرح کی اذیت دیتا تھا بلقیسیا خاموش تھی مگر اب اُس کو یقین تھا کہ موت سر پر آ پہنچی اور سنگدل سرٹوبی کے ہاتھ سے بچنا ممکن نہیں اس نے اب صرف اتنا کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔

سرٹوبی۔ کیا کوئی اور چال چلے گی۔

بلقیسیا۔ میں ایک بدنصیب عورت ہوں جس کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا جو ایک لمحہ اطمینان سے نہ بیٹھی ہو جس کی ایک آرزو بھی پوری نہ ہوئی ہو کیا چال چلے گی۔

سرٹوبی۔ مجھے اس کا یقین نہیں کہ تو سچی ہے یہ تیرا مکّار شوہر پیٹر سخت کوشش کے بعد محض اتفاق سے میرے ہاتھ آ گیا۔ جس کو مار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں گا اور اُس کے بعد فقط اسواسطے کہ محبت کا دعویٰ کر چکا ہوں اگر آج ہی تُو نے مجھ سے نکاح کر لیا تو خیر ورنہ وہی تلوار جو پیٹر کو خون میں نہلائے گی تجھ کو بھی موت کا غسل دیگی۔

مجھ کو پیٹر کی موت کا خیال نہیں یہ اور پیٹر دونوں میرے واسطے یکساں ہیں

میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ بقیہ زندگی اطمینان سے بسر ہو۔

سرٹونی۔ تو تو مجھ سے نکاح پر رضامند ہے۔

بلقیسیا۔ یہ میرے واسطے باعث فخر ہے۔

سرٹونی۔ مگر تو نے اب تک کبھی ایسا نہ سمجھا۔

بلقیسیا۔ مجھ کو کبھی اس کا موقعہ نہ ملا۔

سرٹونی۔ تو ہمیشہ میرے دشمنوں کے ساتھ رہی۔

بلقیسیا۔ میں مجبور تھی۔

سرٹونی۔ تو قسم کھا سکتی ہے۔

بلقیسیا۔ یہاں کیا کلیسا میں تمہارے سامنے نہیں خداوند کے۔

سرٹونی۔ تو اب مجھے زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں۔

اب سرٹونی کے ہاتھ میں تلوار چمک رہی تھی اور بلقیسیا کا دل اندر سے کانپ رہا تھا سرٹونی نے اس کی طرف دیکھا اور کہا میں قتل کرتا ہوں بلقیسیا سمجھ نہ سکتی تھی کہ تلوار کس پر پڑے گی وہ مجبور تھی اور اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ہاں کرے اس نے یہ ہی کیا اور بغیر سمجھے کہدیا بہتر ہے۔

سرٹونی۔ تو ایسی مری ہوئی آواز میں کیوں ہاں کر رہی ہے۔

بلقیسیا۔ اس کو آپ خود بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

سرٹونی۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

بلقیسیا۔ باپ میری وجہ سے ماں میرے سبب سے ساس خسر دونوں میرے باعث اپنی جان سے گئے اب شوہر کی وجہ موت بھی میں ہی ہوتی ہوں یہ کیسا نازک وقت ہے۔

سرٹونی۔ اس پر تم خود بھی غور کرو۔

اس کے جواب میں سرٹونی آگے بڑھا اور پیٹر کے سر پر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا

ہارا کہ وہ چکرا کر گرا۔

سمرٹوقی۔ بس آگے چلو تو نے دیکھ لیا۔

بلقیسیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سمرٹوقی۔ اب مُڑ کر کیا دیکھتی ہے۔

بلقیسیا۔ اپنی تقدیر کو دیکھ رہی ہوں۔

سمرٹوقی۔ تیری تقدیر تجھ کو خود اسی حالت تک پہنچا دے گی۔

بلقیسیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سمرٹوقی۔ لے خیمہ آگیا اب بتا کیا کہتی ہے۔

بلقیسیا اور سمرٹوقی دونوں خیمہ کے اندر پہنچے اور سمرٹوقی نے کہا۔

بلقیسیا اگر تجھ کو اپنی جان بچانی ہے تو اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ تُو آج ہی مجھ سے نکاح کر ورنہ میں تجھ کو بھی تیرے شوہر تک پہنچا دیتا ہوں۔

بلقیسیا۔ میں نے پہلے ہی کب انکار کیا تھا جو آج اقرار کروں۔

سمرٹوقی۔ بس تو تو تیار ہے۔

بلقیسیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سمرٹوقی۔ جواب دے۔

بلقیسیا۔ ہاں۔

سمرٹوقی۔ اچھا تو جا غُسل کر اور لباس تبدیل کر۔

بلقیسیا۔ بہت اچھا۔

سمرٹوقی۔ تیرا اسباب کہاں ہے۔

بلقیسیا۔ سب غارت ہُوا۔

سمرٹوقی۔ میں ابھی سب چیزوں کا انتظام کرتا ہوں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہاری حالت رو بہ صحت ہے اور تم بہت جلد اپنے پاؤں سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔

مریض آپ کی مہمان نوازی کا سکہ میرے دل پر بیٹھ گیا میں جب تک زندہ ہوں ہرگز اس کرم کو فراموش نہیں کرسکتا یہ مسلمانوں کا لشکر ہے اور آپ بھی مسلمان ہیں۔

تیمار دار۔ ہاں میں مسلمان ہوں اور یہ مسلمانوں کا لشکر ہے۔

مریض۔ آپ کا نام کیا ہے۔

تیمار دار۔ اسعد۔

مریض۔ افسوس اس بات کا ہے کہ میرا محسن مسلمان ہے۔

تیمار دار۔ آپ کو مذہب سے کیا واسطہ آپ تندرست ہو کر اپنے لشکر میں چلے جائیے۔

مریض۔ نہیں میں عیسائیوں کے موجودہ سپہ سالار سے بھی خوش نہیں۔

تیمار دار۔ اُس سے آپ کو کیا شکایت ہے۔

مریض۔ میرا قاتل وہی ہے۔

تیمار دار۔ کیوں۔

مریض۔ وہ میری بیوی پر عاشق ہے۔

تیمار دار۔ آپ ابھی اپنے دماغ پر اس قسم کا زور نہ ڈالیے آپ کو جو غذا مل رہی ہے وہ ٹھیک ہے اگر کسی اور چیز پر آپ کا جی چاہتا ہو تو بتائیے وہ تیار ہو جایا کرے۔

مریض۔ نہیں میں بہت خوش ہوں صرف یہ رنج ہے کہ میرے میزبان مسلمان ہیں۔

تیمار دار۔ آپ کو مسلمانوں سے کیا واسطہ آپ تندرست ہو کر چلے جائیے۔

مریض۔ آپ مجھے ایک بات بتا سکتے ہیں۔

تیمار دار۔ وہ کیا۔

مریض۔ آپنے مجھے کس حالت میں اُٹھایا۔

تیمار دار۔ آپ بیہوش پڑے تھے خون بہہ رہا تھا تلوار کا زخم تھا اور زخم بھی کاری مگر سانس چونکہ چل رہا تھا میں زندہ سمجھ کر اُٹھا لایا یہاں آپ کی مرہم پٹی ہوئی اور خدا کا شکر ہے آپ تندرست ہو گئے۔

مریض۔ مجھ کو جب آپنے اُٹھایا وہاں اور کون کون تھا۔

تیمار دار۔ وہاں کوئی نہ تھا۔

مریض۔ خیر۔

تیمار دار۔ آپ کس کو پوچھتے ہیں۔

مریض۔ مجھے اپنی بیوی کا خیال ہے کہ وہ ظالم کے پنجہ میں گرفتار تھی۔

تیمار دار۔ افسوس مجھے اس کا علم نہیں۔

مریض۔ . . . .

تیمار دار۔ آپ اس کے متعلق کچھ پتہ بتائیے کہ میں مدد دوں۔

مریض۔ سرٹوفی سپہ سالار افواج رومیہ اس پر عاشق ہے۔

تیمار دار۔ تو وہ اُس کے قبضہ میں ہوگی۔

مریض۔ یقیناً۔

تیمار دار۔ آپ تندرست ہونے کے بعد وہاں جا کر پتہ لگائیے اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہم سر آنکھوں سے حاضر ہیں۔

مریض۔ میں مسلمانوں کا زیادہ ممنون ہونا نہیں چاہتا۔

تیمار دار۔ آپ کو اسلام سے اسقدر نفرت کیوں ہے۔

مریض۔ اس لئے کہ وہ نفرت کے قابل ہیں اگر بلقیسیا کا خیال میری جان کے ساتھ نہ ہوتا تو میں موت کو ایسی زندگی سے جو مسلمانوں کی عنایت سے میسّر ہوئی بہتر سمجھتا۔

تیمار دار۔ آپ تندرست ہو کر ہم سے رخصت ہو جائیے۔

مریض۔ پھر بھی آپ کے احسان سے سخت تکلیف ہے۔

تیمار دار۔ اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

مریض۔ آپ مجھ کو مسلمان بنائینگے

تیمار دار۔ نہیں ہمارے ہاں اس کی سخت ممانعت ہے۔

مریض۔ نہیں نہیں مجھے معلوم ہے کہ زبردستی آپنے ہزاروں مسلمان بنائے۔

تیمار دار۔ آپ کی معلومات غلط ہیں۔

مریض۔ بہرحال میرے ساتھ اگر آپنے ایسا کیا یا اس قسم کا خیال ہو تو ابھی سے مجھے مار ڈالئے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے احسان کا معاوضہ کہیں غلامی نہ ہو۔

تیمار دار۔ آپ کا اندیشہ غلط ہے

مریض۔ آپ کے احسان کا کیا معاوضہ ہوگا۔

تیمار دار۔ آپ مطمئن رہیں میری زندگی ہی یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے کام آؤں زخمیوں کو مدد دوں مظلوموں کی خدمت کروں اور حاجتمندوں کی اعانت کروں یہ میرا ہی نہیں ہر مسلمان کا فرض ہے میرے سپہ سالار نے یہ خدمت خصوصیت کے ساتھ میرے سپرد کی ہے کہ میں جہانتک ہو سکے آپ کے لشکر کے تمام حالات معلوم کرتا رہوں اور مظلوموں کی خدمت کروں زخمیوں کو مدد دوں خواہ وہ ادھر کے ہوں یا اُدھر کے۔

(۲۴)

صبح کا وقت تھا اور حمص کا گرجا رنگ برنگ کے پھولوں اور زرق برق پھریروں سے آراستہ مسلح فوج دو رویہ صف باندھے کھڑی تھی۔ چھ بجے [illegible] شادیانے بجنے

شاداں اور فرحاں کھڑا تھا ٹھیک آٹھ بجے دو مشکی گھوڑوں پر سپہ سالار رومی سرٹونی اور بلقیسیا سوار آئے فوج نے اُن کو سلامی دی اور درازی عمر کے نعرے چاروں طرف سے بلند ہوئے راہب باہر کھڑا تھا سرٹونی گھوڑے سے اُترا اور بلقیسیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اندر داخل ہُوا سرٹونی کے باپ ہربس نے راہب سے کہا۔

ہربس۔ یہ دونوں آپ کے غلام حاضر ہیں ان کا نکاح پڑھائیے اور خداوند سے التجا کیجئے کہ ان کی آئندہ زندگیاں خوشگوار ہوں۔

راہب نے دونوں کو پاس بُلا کر اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا مسیح کے بُت کے قریب لیجا کر خطبۂ نکاح پڑھا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ دُعا مانگی ہربس نے دونوں دُلہا دُلہن کو اپنے سینہ سے لگایا نکاح کی خبریں گرجا سے باہر پہنچیں اور خوشی کی صدا باجوں سے بلند ہوئی۔

ہربس اور سرٹونی دونوں باپ بیٹے باغ باغ تھے مگر ملکہ کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی افسردگی موجود تھی وہ اسوقت فالسائی لباس میں تھی اور ایک سُنہری مرصّع انگشتری ہاتھ میں ہلکی پیازی نقاب گنجینۂ حُسن کی پاسبانی پر تھی مگر لب نازک بالکل خاموش تھے دھوم دھڑاکے سے براتی اور مہمان نکاح سے فارغ ہو ہوا لشکر میں پہنچے سرٹونی خیمہ خاص میں گیا ہربس اور وہ دونوں باپ بیٹے طلائی کرسیوں پر بیٹھے نذریں گذریں مُبارکبادیاں ملیں اور جشن منے۔

شام کا وقت تھا کہ ایک جاسُوس حاضر ہُوا اور سرٹونی سے کہا کہ مسلمان حملہ کا قصد کر چکے ہیں اور تعجب نہیں کہ آج ہی کسی وقت حملہ کر بیٹھیں۔

سرٹونی۔ آج مجھ کو کسی چیز کی پرواہ نہیں مجھ کو خداوند نے یہ دن دکھایا جس کی مجھے مطلق امید نہ تھی اگر مسلمان آج حملہ کر بیٹھیں تو اکیلا میں تمام اُن کی فوج کو کافی ہوں اتنا کہہ کر سرٹونی نے ایک پیالہ شراب کا اور پیا اور اُس کے بعد بلقیسیا کا ہاتھ میں ہاتھ

لے کر کہنے لگا۔ کیوں ملکۂ عالم ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

بلقیسیا۔ ....

سرٹونی۔ جواب دو۔

بلقیسیا۔ ....

سرٹونی۔ اسقدر خاموشی کے کیا معنی۔

بلقیسیا۔ ....

سرٹونی۔ شرم بھی ایک حد تک درست ہوتی ہے۔

بلقیسیا۔ نہیں شرم کی کیا بات ہے۔

سرٹونی۔ تو پھر کیا ہے۔

بلقیسیا۔ کچھ نہیں۔

سرٹونی۔ کچھ تو ضرور ہے۔

بلقیسیا۔ ....

سرٹونی۔ مَیں کچھ اور دیکھ رہا ہوں۔

بلقیسیا۔ وہ کیا۔

سرٹونی۔ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۲۵)

معبود حقیقی اپنے حبیب پاک کے طفیل ان کو دن دونی اور رات چوگنی فتوحات نصیب کرے میرا رُواں رُواں ان کا دُعا گو ہے۔ اسعد میرے ساتھ جو کچھ آپ

سلوک کیا ناممکن محض ہے کہ اس کا شکریہ زبان سے ادا کرسکوں۔

اسعد۔ بزرگ ماں محض آپ کی شفقت بزرگانہ ہے کہ آپ اس طرح فرماتی ہیں در

حقیقت یہ ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔

ضعیفہ۔ اِس سے زیادہ اور کیا سلوک ہو سکتا ہے کہ ایک مُردہ کو خدا کے حکم سے دوبارہ زندگی عطا کی۔

اسعد۔ یہ سب خدا کے کام ہیں انسان محض خدمتگذار رہتی ہے۔

ضعیفہ۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے مگر اسباب ظاہری بھی دیکھے جاتے ہیں۔

اسعد۔ اُسی کا حکم تھا اور مقدرات۔

ضعیفہ۔ مجھ کو آپنے اسلام جیسی دولت سے مالامال کیا یہ احسان کیا کم ہے۔

اسعد۔ یہ سعادت بھی آپ کی تقدیر میں لکھی تھی میسر ہوئی۔

ضعیفہ۔ میری ایک بہن اسلام قبول کر چکی تھی اور میں اُس کی زبانی ہمیشہ تعریف سُنتی رہی مگر مجھ کو امید نہ تھی کہ اسلام ایسا بے لوث اور سچا مذہب ہے جب تجربہ ہُوا تو جو سُنا تھا اُس کا یقین ہو گیا اور میں مسلمان ہوئی اب میری ایک آرزو ہے۔

اسعد۔ فرمائیے۔

ضعیفہ۔ زندگی کا ایک بڑا حصّہ ختم ہو گیا گُناہوں کی بھاری گٹھڑی سر پہ ہے ارمان یہ ہے اب باقی زندگی روضۂ اقدس پر بسر کروں۔

اسعد۔ بہت مبارک خواہش اور اچھی تمنّا ہے۔

ضعیفہ۔ بس تو مجھے رخصت کرو۔

اسعد۔ بہت اچھا آپنے مجھ پر ما کی طرح شفقت برسائی ہیں اس کا کیونکر شکریہ ادا کروں۔

ضعیفہ۔ میں نے کیا خاک خدمت کی۔

اسعد۔ اگر تم مصمّم قصد کرتی ہو تو بسم اللہ۔

ضعیفہ۔ ہاں خدا تمہاری عُمر دراز کرے۔

اسعد۔ کل صُبح قاصد امیرالمومنین کی خدمت میں جائیگا آپ اُس کے ہمراہ تشریف لیجائیں۔

ضعیفہ۔ ہاں ہاں اچھا۔

مجھ کو تمام عمر سوا دو دفعہ کے کسی مسلمان سے بات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن دوہی دفعہ میں وہ محسن مجھ کو بتا گیا کہ اسلام کن زرّیں اصولوں پر قائم ہے ایک مظلوم عیسائی عورت ہوں لیکن آج وہ وقت ہے کہ میں آپ سے کرم و رحم کی ملتجی ہوں سپہ سالار افواج رومیہ نے صبح زبردستی میری مرضی کے خلاف نکاح کیا اور اگر وہ وقت آیا کہ یہ روسیاہ میرے جسم کو ہاتھ لگائے تو میں موت کو اس سے بدرجہا بہتر سمجھتی ہوں میں ایک بدنصیب عورت ہوں گو عیسائی ہوں لیکن انسان ہوں اور اگر اسلام جیسا کہ میں نے سنا ہے ہر انسان کو ہر مظلوم کو ہر حاجتمند کو ایک نظر سے دیکھتا ہے تو مجھ سے زیادہ قابل رحم ہستی دنیا میں دوسری نہ ہوگی جسوقت آفتاب غروب ہو کر پردہ دنیا پر چادر اڑھا دیگا اُسوقت ایک مسیحی عورت بے یار و مددگار ایک مسلمان کی اعانت کی منتظر ہوگی۔

یہ پرچہ تھا جو قاصد نے اسعد کو دیا انہوں نے پرچہ پڑھا اور سیدھے ابو عبیدہ کی خدمت میں گئے اور مشورہ کر کے واپس آئے۔

سرٹونی۔ سرٹونی کا خیمہ خوشبوؤں سے مہک رہا تھا وہ زرّیں لباس میں آراستہ اور پیراستہ ایک کرسی پر رونق افروز تھا اُس کے برابر بلقیسیا تھی خاموش بیٹھی تھی کہ سرٹونی نے کہا۔

یہ خاموشی کا وقت نہیں ہے آج میری مدت کی آرزو پوری ہوئی خدا نے یہ دن دکھایا کہ مہ جبین بلقیسیا تو میری بیوی ہے اب اپنی خاموشی ختم کر اور خوش ہو کہ سپہ سالار کی ملکہ ہے۔

بلقیسیا۔ تو نے آجتک مجھے نہیں پہچانا میں وہ ہوں کہ تجھ جیسے روسیاہ مردوں کو چشم زدن میں غارت کر دوں اس میں شک نہیں کہ میرا شوہر مر گیا میں بیوہ ہوں میرے ماں باپ مر گئے۔ میں بے وارث ہوں لیکن اسوقت بھی اتنی ہمت رکھتی ہوں کہ تجھ کو تیری طاقت کو تیری حکومت کو اور تیری آرزوؤں کو ملیامیٹ کر دوں۔

اب سرٹونی میں تاب نہ رہی اُس نے گردن اُٹھا کر کہا کیا کہتی ہے۔

بلقیسیا۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں درست ہے خنجر اگر تیرے پاس ہے تو میرے پاس بھی ہے ہاتھ پاؤں کا اگر تُو مالک ہے تو میں بھی ہوں۔

سرٹونی نے قصد کیا کہ آگے بڑھے بلقیسیا پیچھے ہٹی اور کہا دیکھ یہ خنجر موجود ہے میں یہ نہیں کہتی کہ تجھ پر غالب آؤنگی مگر ہاں جسوقت مجھے یہ یقین ہو جائیگا کہ اب تو مجھ پہ غالب آگیا تو زندہ نہ رہونگی سرٹونی نے مطلق پرواہ نہ کی اور جھپٹ کر بلقیسیا کا ہاتھ پکڑ لیا خنجر پکڑا اور چھین کر پھینک دیا اب بلقیسیا کی گردن اُس کے ہاتھ میں تھی اُسنے پکڑ کر کہا او مکّار عورت تیری طاقت ختم ہوئی اب دیکھ کیا کرتا ہوں۔

ایک جرّی شخص خیمہ کے اندر داخل ہوا اور کہا۔ بس اس مظلوم عورت کو چھوڑ دے اب ہاتھ لگایا تو جان کی خیر نہیں۔

سرٹونی۔ تُو وہی نابکار ہے جس نے میرے ہاتھ سے ایک دفعہ ایک شکار چھوڑا دیا اور خود بھاگ گیا آج پھر تجھ کو موت لائی اتنا کہہ کر سرٹونی نے اپنے محافظ دستے کو بلایا مگر بجائے اس کے بارہ۱۲ مسلمان سپاہی اندر داخل ہوئے۔

شخص۔ اب تو موت کے واسطے تیار ہو جا۔

سرٹونی۔ میں تیار ہوں مگر ایک التجا ہے۔

شخص۔ وہ بھی کہہ۔

سرٹونی۔ یہ آدھی رات کا وقت ہے میں خداوند کو گواہ کر کے اپنی غلطی پر نادم ہوتا ہوں آپ اس عورت کو لیجائیے اور مجھے معاف کیجئے۔

لشکر رومیوں کا تھا اور اسعد صرف بارہ۱۲ آدمیوں کو ساتھ لیکر آگیا تھا موقعہ نازک تھا اور اگر فوج کو علم ہو جاتا تو اُن تیرہ۱۳ آدمیوں کے قتل میں ۱۳ لمحہ بھی نہ گذرتے سعد نے سرٹونی کو وہیں باندھ دیا اور بلقیسیا کو لے کر باہر نکلا اور یہ چودہ۱۴ آدمی بھاگم بھاگ ہی

ندر کی حدود سے باہر نکلے یہاں پہنچ کر اسعد اور بلقیسیا دونوں ٹھہرے اُسوقت چاند نکل رہا
ا بلقیسیا نے جواب اسعد کے چہرہ پر نظر ڈالی وہ بہت بڑے معنی رکھتی تھی اُس نے
ہا کر اسعد کے قدموں میں گر پڑے مگر اسعد نے اُس کو روکا اور کہا۔
ہمارے ہاں خدا کے سوا اور کوئی سجدہ کے قابل نہیں یہ جو کچھ ہوا دُنیا کے
عمولی کرشمہ ہیں۔

بلقیسیا۔ مَیں پہلے ہی آپ کے احسانوں میں اسقدر دبی ہوئی ہوں کہ میری آنکھ آپکے
سامنے نہیں ہوتی وقت دیکھئے کہ یہ احسان بھی تقدیر میں آپ ہی کا تھا مَیں نے تو قاصد
سے یہ کہا تھا کہ جو مسلمان ملے اُس کو یہ پرچہ دیدینا۔

اسعد۔ اتفاق سے وہ پرچہ میرے ہی ہاتھ آیا اور جس مسلمان کے ہاتھ میں آتا وہ
ہی آپ کی اعانت کرتا۔

بلقیسیا۔ بلا سے اِسی بہانہ سے مُلاقات تو ہوگئی۔

اسعد۔ مَیں تو ایک دفعہ صرف اس امید پر یہاں آیا کہ شاید آپ سے مُلاقات ہوجائے۔

بلقیسیا۔ اور مَیں کئی بار۔

اسعد۔ اب آپ کا قصد کدھر کا ہے۔

بلقیسیا۔ مَیں اب آرون جاؤنگی۔

اسعد۔ ایسا نہ ہو کہ پھر راستہ میں کوئی مصیبت آجائے۔

بلقیسیا۔ نہیں اب تو بظاہر مطلع صاف ہے۔

اسعد۔ اچھا تو مجھے اجازت دیجئے لو پھیل رہی ہے۔

بلقیسیا۔ اب دوبارہ کب .....

اسعد۔ مَیں آرون آؤنگا۔

اسعد۔ کہاں۔

بلقیسیا۔ اسی جگہ۔

اسعد۔ کب۔

بلقیسیا۔ تیسرے روز۔

اسعد۔ اچھا خدا حافظ۔

بلقیسیا۔ سلام۔

(۲۷)

حمص کی فتح مُسلمانوں کی دیرینہ آرزو تھی اور لڑائی دراصل حمص ہی کی تھی جہاں ہرقل کی فوج مدد کے واسطے کافی سے زیادہ موجود تھی خالد نے میسرۃ بن مسروق کو ادھر روانہ کیا اور دو روز بعد خالد اور ابو عبیدہ بھی شہر کے شمال اور جنوب کی طرف جا پہنچے حمصیوں نے مسلمانوں کا یہ اجتماع خلاف معاہدہ سمجھا اور کہا تم ہم سے عہد کر چکے تھے کہ جاتے ہیں ابو عبیدہ نے کہا بیشک ہم نے یہ کہا تھا کہ جاتے ہیں لیکن یہ تو نہ کہا تھا کہ کبھی نہ آئینگے۔

اسوقت بڑی خرابی یہ تھی کہ غلّہ وغیرہ تمام چیزیں مُسلمان خرید چکے تھے اور شہر بالکل کھُک تھا ہاں اپنے عقیدہ کے موافق تائید غیبی پر ان کو بہت بڑا بھروسہ تھا یہی وجہ تھی کہ رات کو تمام فوج چھوٹے اور بڑے مرد اور عورت سینٹ جرجیس گرجا میں جمع ہوئے پہلے شراب پی گئی اُس کے بعد فتح کی دُعا ہوئی علی الصباح پچیس ہزار آدمیوں کا ایک حملہ مسلمانوں پر ہُوا یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ باوجود سخت کوشش کے مسلمانوں کے پاؤں قریب قریب اُکھڑ گئے یہ کیفیت دیکھ کر خالد کے اوسان جاتے رہے اور وہ سمجھے کہ آج تمام فتوحات کی کسر نکل گئی ابھی مسلمان میدان جنگ سے فرار نہ ہوئے تھے کہ خالد بن ولید آگے بڑھے اور ایک رومی شجاع کو جو اپنی ہمّت اور جُرأت

پر بہت نازاں تھا اور درحقیقت اسی کوشش سے اور اسی کے بھروسہ پر رومیوں کو یہ گھڑی دیکھنی نصیب ہوئی للکارا خالد کا سامنے آنا اور اس طرح للکارنا رومی بہادر کی کسر شان تھی وہ دانت پیستا ہوا آگے بڑھا اور سینہ بسینہ لڑائی شروع ہو گئی کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا مگر وقت کی بات تھی کہ خالد کی تلوار ٹوٹ گئی اس موقعہ پر خالد نے عجیب عقلمندی کی اور جب اُن کو شہادت کا پورا یقین ہو گیا تلوار ٹوٹ گئی تو دوڑ کر دشمن کو لپٹ گئے وہ خنجر کو نکالتا ہی رہا اور انہوں نے اس زور سے بھینچا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اب ذرا مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور گھبرائے ہوئے سنبھلے رومیوں کا خیال یہ تھا کہ مسلمان اس غضبناک سردی کی زیادہ برداشت نہ کر سکیں گے مگر سردی نے مسلمانوں کا کچھ نہ کیا اور وہ نہایت جرأت سے مقابلہ کرتے رہے اب مسلمانوں کا پانسہ زبردست تھا اور تعجب نہیں کہ رومی بھاگ نکلتے مگر میدان جنگ میں یہ خبر تھی کہ ہرقل کی امدادی سپاہ آ رہی ہے اس خبر نے رومیوں کا نشۂ فتح اور تیز کر دیا اور وہ از سر نو اسی شجاعت اور ہمت سے مقابلہ پر آئے عکرمہ خالد کے چچازاد بھائی جوش میں آ کر قتل عام کرتے ہوئے دشمن میں گھس گئے اور بیسیوں آدمی تہ تیغ کر دیئے مگر ایک آدمی نے ایسا تیر مارا کہ وہیں شہید ہو گئے عکرمہ کی شہادت نے مسلمانوں کا جوش بڑھا دیا تھا لیکن اب رات ہو گئی تھی اس لئے لڑائی دوسرے روز کے لئے ملتوی ہوئی۔

ہرقل کی امدادی فوج سے خالد اور ابو عبیدہ دونوں پریشان تھے اور ہر چند مشورہ کر رہے تھے مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی کہ آدھی رات کیوقت قاصد یہ خبر لایا کہ سعد ابن ابی وقاص نے جو مہم عراق پر متعین ہیں ہرقل کی کی امدادی فوج کو روک لیا اور اب امدادی فوج کا خطرہ مطلق نہیں ہے اس اطمینان کے بعد ابو عبیدہ اور خالد دونوں صلاح و مشورہ ز لگا کس طرح فتح حاصل ہو تجویز یہ ہوئی کہ کل کسی تدبیر سے غنیم کو منتشر کرکے

مارنا چاہئے۔ اس کے متعلق دیر تک بحث ہوتی رہی عین معرکہ میں اِدھر خالد اور اُدھر ابو عبیدہ دونوں مقابلہ پر مستعد تھے اور سخت خونریز لڑائی ہو رہی تھی کہ مسلمان پیچھے ہٹے رومی یہ دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور بے فکری سے آگے بڑھے مسلمان اور پیچھے ہٹے اور ہٹتے ہی منتشر ہو گئے یونانیوں نے اور دبایا اور امید بندھ گئی کہ مسلمان بھاگ رہے ہیں اس لئے رومیوں کی فوج کا بڑا حصہ لُوٹ مار کے فکر میں آگے بڑھتا چلا آیا اب خالد اور ابو عبیدہ دونوں اللہ اکبر کہکر رومیوں پر ٹُوٹ پڑے اور اس تدبیر سے پُوری طرح کامیاب ہوئے ایک یورش میں دو ہزار عیسائی کام آئے یہ قتل عام دیکھ کر رومیوں کے اوسان جاتے رہے اور ایسے بھاگے کہ پھر پلٹ کر نہ دیکھا شہر والوں نے اطاعت قبول کی۔ اس فتح کے بعد مُسلمان حماۃ کی طرف بڑھے مگر یہاں کوئی مقابلہ نہ ہُوا اور اہل حماۃ نے جزیہ قبول کیا اس کے بعد معرۃ النعمان گئے وہاں بھی کوئی لڑائی نہ ہوئی اور لوگوں نے اطاعت قبول کر لی اب مسلمان لاذقیہ پہنچے جو آمانتا کے نام سے مشہور تھا یہاں بھی جزیہ منظور ہُوا اور لڑائی نہ ہوئی ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کا مقصد پایۂ تخت پر حملہ کرنے کا تھا اور ہرقل مدت سے اس کی تیاریاں کر رہا تھا مگر حضرت عمرؓ کا حکم آ گیا کہ ابھی آگے نہ بڑھو چنانچہ یہ انتظام کیا گیا کہ خالد دمشق کی طرف روانہ ہوئے عمرو ابن العاص اردن میں تعینات ہوئے اور ابو عبیدہ حمص میں ۔

(۲۸)

کنار دریا پر شب ماہ میں اسعد اور بلقیسیا دونوں خاموش بیٹھے ہیں کچھ دیر سکوت کے بعد بلقیسیا نے کہا۔

بلقیسیا۔ مجھے اس سے تو اتفاق ہے کہ اسلام مذہب حقیقی ہے اور مسلمان ہونا میرے واسطے باعث فخر ہی نہیں باعث نجات بھی ہے لیکن ......۔

اسعد۔ ہاں تو لیکن کیا۔

بلقیسیا۔ ....

اسعد۔ جواب دو۔

بلقیسیا۔ لیکن یہ کہ اس کے معنی یہ تو ہیں نہیں کہ ....

اسعد۔ ہاں ہاں آگے۔

بلقیسیا۔ آگے وہی جو تم کہہ رہے ہو۔

اسعد۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ تم میری ملکیت ہو جاؤ تو میں کس قدر خوش نصیب ہوں۔

بلقیسیا۔ ....

اسعد۔ پھر خاموش ہو گئیں۔

بلقیسیا۔ کچھ اور باتیں کرو وہاں لڑائی کا کیا ہوا۔

اسعد۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر حملہ کامیاب ہے۔

بلقیسیا۔ تم کو یہاں پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی۔

اسعد۔ ہاں ہوئی لیکن اس کی ایک معقول وجہ ہے تاہم میں نادم ہوں کہ تم کو تکلیف انتظار ہوئی۔

بات یہ تھی کہ ایک عیسائی نوجوان جس کو میں زخمی دیکھ کر اپنے لشکر میں لے گیا خدا کے فضل سے اب تندرست ہے اور روز بروز اچھا ہوتا جا رہا ہے لیکن ایسا بدنصیب اور احسان فراموش آدمی دیکھنے میں کم آیا ہے اس کے سلسلہ میں ایک ضروری کام تھا۔

بلقیسیا۔ اُس کا نام کیا ہے۔

اسعد۔ پیٹر۔

بلقیسیا۔ ہاں ہاں میں جانتی ہوں وہی میرا شوہر ہے کیا وہ زندہ ہے۔

اسعد۔ ہاں۔

بلقیسیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔

اسعد۔ چل کر دیکھ لو۔

بلقیسیا۔ چلو چلو جلدی چلو۔

اسعد اور بلقیسیا اسلامی لشکر کی طرف چلے خیمہ میں پہنچ کر اسعد نے پیٹر سے کہا۔

اسعد۔ لیجئے یہ آپ کی بیوی تشریف لائی ہیں۔

پیٹر۔ کیا واقعی۔

اسعد۔ یہ دیکھئے۔

دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر نہال ہو گئے۔

پیٹر۔ اس بے جگری سے دشمنوں کے گھر میں گھسنا اور اپنی جان خطرہ میں ڈال کر میرے پاس پہنچنا واقعی مہ جبیں بلقیسیا تیرا ہی کام تھا مرحبا۔ مرحبا۔

بلقیسیا۔ میں تو کچھ اور ہی سمجھ رہی تھی خداوند کا احسان کہ اُس نے تمہاری صورت دکھائی

پیٹر۔ مگر اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں یہ ٹولا کو عیسائیوں سے زیادہ ستمگر ہیں۔

اسعد۔ کیا آپ نے اپنے دوران قیام میں اس قسم کی کوئی واردات مسلمانوں میں دیکھی۔

پیٹر۔ دیکھی تو نہیں مگر مسلمان جو کچھ کر گذریں تھوڑا۔

اسعد۔ آپ کو مسلمانوں سے ابتک کوئی سابقہ نہیں پڑا۔

پیٹر۔ میں ان قزاقوں کے کارنامے سُن چکا ہوں۔

اسعد۔ آپ اُن کی تعلیم سے واقف نہیں۔

پیٹر۔ اُن کی تعلیم مکر ہے دھوکہ ہے دغا ہے۔

اسعد۔ آپ ہمارے مہمان ہیں ہمارا دل ان باتوں سے نہ توڑیئے۔

پیٹر۔ میں بدنصیب ہوں کہ تم جیسے مکّاروں کا مہمان ہوں۔

اسعد۔ آپ کے ساتھ ہم نے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا۔

پیٹر۔ میں مسلح ہوں آپ کر کیا سکتے ہیں۔

سعد۔ آپ تو ہلنے کے قابل بھی نہ تھے۔

پیٹر۔ آپ کی غرض مسلمان کرنے کی تھی۔

اسعد۔ ہم نے تو آپ سے کبھی نہیں کہا۔

پیٹر۔ آپ کیا کہہ سکتے تھے۔

اسعد۔ اشارتاً کنایتہً۔

پیٹر۔ آپ تو ضرور کہتے مگر آپ کو یقین تھا کہ یہ دھوکے میں آنے والا نہیں چلو مہ جبیں بلقیسیا چلیں۔

بلقیسیا اسعد کی صورت دیکھ رہی تھی پیٹر اُٹھ کھڑا ہُوا بلقیسیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اُسوقت بلقیسیا نے ایک نگاہ اسعد کے چہرہ پر ڈالی جس کے جواب میں اسعد نے بھی حسرت آمیز نظروں سے دیکھا اب پیٹر نے قدم اُٹھائے۔ اسعد دیکھتا رہا اور وہ دونوں روانہ ہوگئے ۔

(۲۹)

چاروں طرف سے فریادی ہرقل کے دربار میں آکر موجود ہوئے ہیں ہرچند ہرقل امید بندھاتا اور تسکین دیتا ہے مگر اُن کی ہمتیں اور زیادہ پست ہوتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ زندگی اب ہم کو مصیبت ہے اور تیرے راج میں رہنا بیسُود۔

اراکین دربار اور شہر سب جمع ہیں قیصر کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں اُس نے سب سے دریافت کیا کہ آخر بتاؤ تو سہی کہ مسلمانوں کی متواتر فتوحات کا کیا باعث ہے وہ کس چیز میں تم سے زیادہ ہیں اُن کے پاس وہ کیا چیز ہے جو تمہارے پاس نہیں سب نے سر نیچے کرلئے اور کہا بظاہر ہم اُن سے ہر معاملہ میں زیادہ ہیں دولت طاقت شجاعت ہمت مگر عقل کام نہیں کرتی۔ کہ وہ کیونکر غالب

ایک تجربہ کار بڈھا عیسائی افسر اُٹھا اور کہا قیصر کے سوال کا جواب میں دونگا۔

مسلمان جن جوہروں سے مالا مال ہیں اُن کا ذرہ بھی ہم میں نہیں واقعات سب کے سامنے ہیں غور نہ کریں تو دوسری بات ہے۔ وہ عبادت میں دن رات مصروف رہتے ہیں خدا کے نیک بندے ہیں آپس میں بھائی ہیں ظلم کا پتہ نہ نخوت کا گذر برخلاف اُن کے ہمارا یہ حال ہے کہ خدا کا خوف نہیں عبادت کا گذر نہیں ظالم ہم شراب خوار ہم جوا ہم کھیلیں عیاشی ہم کریں اس تقریر سے تمام حاضرین نے اتفاق کیا اور تجویز یہ ہوئی کہ آخری قوت سے کام لیں اور تمام متفقہ طاقتیں مسلمانوں کے مقابلہ میں صرف کی جائیں اور جب تک فتح کا کامل یقین نہ ہو جائے لڑنے کا نام تک نہ لیں۔

ہرقل نے اسوقت اپنے تمام ممالک میں آرمنیہ قسطنطنیہ اور جزیرہ روم وغیرہ کے تمام حکام کے نام احکام جاری کئے اور کہلا بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سب انطاکیہ پہنچ جائیں تعداد صرف فوج ہی تک محدود نہ رہے بلکہ جس قدر عیسائی موجود ہوں سب اس لڑائی میں شریک ہوں کیونکہ یہ لڑائی ذات کی نہیں مذہب کی ہے اور مقابلہ اسلام اور تثلیث کا ہے۔ ان احکام کے جاری ہونے کی دیر تھی چاروں طرف سے عیسائی چونٹیوں کی طرح اُبل پڑے تمام میدان آدمیوں سے پٹ گیا جن کی تعداد دو لاکھ اسی ہزار یعنی تین لاکھ کے قریب تھی اس اجتماع کی خبر ابو عبیدہ کو ہوئی مگر بجائے اس کے کہ وہ پریشان ہوتے انہوں نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے کہا

ابو عبیدہ۔ تم نے سنا ہوگا کہ تین لاکھ جرّی فوج عیسائیوں کی تمہارے مقابلہ کیواسطے جمع ہوئی ہے اس سے پہلے خدا نے تم کو کئی دفعہ آزمائش میں ڈالا مگر اسی کی برکت تھی اُسی کی اعانت تھی اُسی کا کرم تھا کہ ہر مقابلہ میں تم کو فتح نصیب ہوئی تم سمجھ سکتے ہو اور اچھی طرح کہ جو پاک نفوس ان جھگڑوں میں کام آئے اور خدا سے سچے حق کے نام پر قربان

ہوئے وہ جنّت الفردوس میں آرام کر رہے ہیں وہ سچّے بندے وہ اچھّے مسلمان جو اپنے رسولؐ کے نام پر فدا ہوئے اسوقت تم میں نہ ہوں مگر ہادیٔ برحق کے ساتھ خدا کے حضور میں موجود ہیں اس سے بہتر زندگی کیا ہوسکتی ہے جو خدا اور اُس کے رسولؐ کے کام آئے اس سے اچھّی موت اور کیا ہوگی جو خدا کے راستے میں آئے۔ تین لاکھ کیا تیس لاکھ عیسائی جمع ہوجائیں تو تمہارا کچھ نہیں کر سکتے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ خدا نے تم سے فتح کا وعدہ کرلیا ہے تم نے جس طرح سینکڑوں سے ہزاروں پر فتح پائی اسی طرح اس معرکہ میں ہزاروں سے لاکھوں پر فتح پاؤ گے۔ . . . . خبردار جان نکل جائے مگر قدم پیچھے نہ ہٹیں ہمتیں بلند رکھنا اور دُنیا کو دکھا دینا کہ حق وناحق میں کیا فرق ہے۔

اس تقریر کے ختم کرتے ہی ابو عبیدہ نے کہا کہ اب تُم بتاؤ کہ تمہاری رائے کیا ہے تاکہ اُس پر عمل کیا جائے سب نے ابو عبیدہ سے اتفاق کیا اور کہا انشاء اللہ دشمن سے ایسا مقابلہ کرینگے کہ اُس کو بھی مزہ آجائیگا اور بتا دینگے کہ اسلام کیا طاقت رکھتا ہے یزید بن ابو سفیان اس موقعہ پر آگے بڑھے اور کہا عورتوں اور بچّوں کو یہیں چھوڑیئے مناسب یہ ہے کہ ہم خود لڑائی کے واسطے تیار ہوں مگر اہل وعیال کو ساتھ نہ لیں خالد اور عمرو بن العاص کو جو دمشق اور فلسطین میں مقیم ہیں اطلاع دیدینی چاہیئے کہ وہ جسقدر جلد ممکن ہو اپنی فوجیں لے کر یہاں پہنچ جائیں اب شرجیل بن حسنہ اُٹھے اور انہوں نے کہا۔ یہ وقت ایسا نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے ہاں میں ہاں ملا دیں نہایت نازک وقت ہے اور اشد ضرورت ہے کہ معاملہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالی جائے بظاہر یزید بن ابو سفیان کی یہ رائے ہے کہ عورتوں کو یہیں چھوڑیں بہت درست ہے مگر حمصی جو رومی اور عیسائی ہیں ہماری عدم موجودگی میں بگڑ جائیں تو غریب عورتیں کیا کرسکیں گی اس کے جواب میں ابو عبیدہ نے کہا جب تک لڑائی جاری رہے حمصیوں کو شہر سے باہر کر دو

شرجیل نے کہا یہ ہو سکتا تھا مگر ہم نے اُن کو امان دی اور حفاظت کا معاہدہ کیا اب ہم کس طرح وعدہ خلافی کر سکتے ہیں۔

ابو عبیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی اور کہا بیشک تم صحیح کہتے ہو مگر بتاؤ پھر کیا کرنا چاہیئے اس پر سب کی رائے یہ ہوئی کہ امدادی فوج کا انتظار کرنا چاہیئے ابو عبیدہؓ نے کہا وقت تھوڑا ہے اور کام زیادہ بہتر یہ ہے کہ دمشق روانہ ہوں یہی تجویز قرار پائی اسوقت سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ کے سامنے بڑی بڑی ذمہ داریاں تھیں انہوں نے سب سے پہلے حبیب بن مسلم کو جو افسر خزانہ تھے بُلایا اور کہا عیسائیوں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے وہ اسواسطے کہ اُس کے عوض ہم اُن کی جان و مال کی حفاظت کرینگے مگر اسوقت ہمارے سامنے خود ایک عظیم الشان مُہم درپیش ہے نہ معلوم جنگ کیا صورت اختیار کرے ہم خود ایسی حالت میں ہونگے کہ اس فرض کو ادا کرنا ہمارے واسطے ناممکن ہوگا جب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو جزیہ ہمارا حق نہیں ہے اِس لئے جسقدر جزیہ تم نے ابتک یہاں سے وصول کیا وہ سب واپس کر دو یہ تجویز صرف حمص ہی کیواسطے نہ تھی بلکہ آس پاس کے تمام فتوحات کا جزیہ واپس کیا گیا۔

اِس کا اثر عیسائیوں پر ایسا ہُوا کہ وہ چیخیں مار مار کر رونے لگے اور کہتے تھے کہ ہمارے دم میں دم ہے تو قیصر کو یہاں قدم تک نہ دھرنے دینگے جزیہ کی واپسی کا اندازہ بیشمار ہے صرف حمص کا جزیہ جو مسلمانوں نے واپس کیا کئی لاکھ تھا مسلمانوں کے اِس سلوک کا نتیجہ یہ ہُوا کہ یہاں کی عیسائی رعایا نے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا ایسا بے لوث مذہب یہ حق رکھتا ہے کہ خدا اُس کی مدد کرے یہ درخواست نہایت شکریہ کے ساتھ واپس کی گئی مگر رعایا کا اصرار اسقدر بڑھ گیا تھا کہ اکثر ساتھ ہو گئے اور کہا ہم جاسوسی وغیرہ کی خدمات انجام دینگے روانگی کے وقت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو مفصل خط لکھا اور کہا کہ امداد کیواسطے جسقدر فوج ممکن ہو سکے روانہ کیجئے اور دُعا کیجئے کہ یرموک کی لڑائی ہمارے حق میں فیصل ہو۔

قاصد جسوقت پہنچا ہے تو حضرت عمرؓ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے خط پڑھ کر سب سے پہلے آپ کو اس کا افسوس ہُوا کہ رومیوں کے خوف سے مسلمان حمص چھوڑ گئے مگر جب یہ معلوم ہُوا کہ متفقہ رائے سے یہ کام طے ہُوا ہے اسوقت افسردگی جاتی رہی اب امیرالمومنین نے ایک وعظ فرمایا اور بتایا کہ یرموک کی لڑائی معمولی نہیں ہے مسلمانوں کی عزت کا سوال ہے اُس کے بعد آپنے قاصد کو جواب دیا اور لکھا فتح کثرت و قلت پر نہیں ہے خدا کی عنایت پر ہے اپنی طرف سے ہمت نہ ہارنا اور خدا کی اعانت کے ملتجی رہنا۔

یہ قاصد عبداللہ تھے جب واپس چلنے لگے تو روضۂ اقدس پر حاضری کا خیال آیا اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے یہاں دیکھا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ مزار مبارک کے پائنتی حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کا قرآن مجید سن رہی ہیں حسنینؓ دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں عبداللہ نے روضہ مبارک کی زیارت کی اور اُم المومنین سے عرض کیا کہ دُعا کیجئے کہ یرموک کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے میدان جنگ میں پہنچ جاؤں سب نے مل کر دُعا کی اور یہ دُعا قبول ہوئی باوجود فاصلہ زیادہ ہونے کے عبداللہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے پہنچ گئے۔

دمشق پہنچ کر ابوعبیدہ نے پھر سب کی رائے لی مختلف رائیں پیش ہوئیں مگر سخت تشویش ناک خبر یہ تھی کہ عمرو بن العاص کا قاصد آیا جس نے بیان کیا کہ اضلاع اُردن میں بغاوت پھیل گئی اور رومیوں کی آمد نے یہاں تہلکہ مچا دیا اس کا جواب فوراً دیا گیا کہ اگر موقعہ نہیں ہے تو تُم وہیں موجود رہو اور ادھر کا رُخ نہ کرو۔

جس وقت اُردن کے حدود میں اسلامی لشکر داخل ہُوا تو صبح کا وقت تھا تکبیر کے نعروں سے زمین گونج رہی تھی مقام یرموک پر پڑاؤ کیا عمرو بن العاص یہاں آکر مل گئے مگر اُسوقت ایک تشویش تو یہ تھی کہ جو فوج سعد بن عامر کی ماتحتی میں مدد کو روانہ کی تھی وہ اب تک آئی نہ تھی اور دوسرے یہ کہ رومیوں کی آمد کا غُل اطراف و

اب میں زور شور سے مچ رہا تھا اب ابوعبیدہ نے ایک اور قاصد روانہ کیا اور لکھا ۔ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے اور کیفیت یہ ہے کہ گوشہ نشین راہب ب راستہ میں آکے ساتھ مل رہے ہیں اور جن لوگوں نے کبھی میدان جنگ کی صورت دیکھی تھی وہ بھی لڑنے کے واسطے آمادہ ہیں۔

اس خط کا باآواز بلند پڑھنا تھا کہ مسلمانوں کی ہچکی بندھ گئی اور عرض کیا کہ امیرالمومنین مارے بھائیوں پر بڑا نازک وقت ہے اجازت دیجئے کہ ہم بھی یرموک جائیں اور پنے بھائیوں کے شریک حال ہوں انصار و مہاجر کا جوش اُسوقت اتنی ترقی کر گیا تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔

آپ خود بسم اللہ کیجئے اور ہم کو ساتھ لیجئے اِس رائے سے بعض بعض مسلمانوں نے خلاف کیا اِس لئے یہ رائے قرار پائی کہ امدادی فوج اور بھیجی جائے چنانچہ ایک دستہ فوج کا جس میں پانسو آدمی تھے روانہ کر دیا گیا جس روز قاصد یرموک پہنچا ہے اُسی روز سعد بن عمرو اور اُن کی فوج بھی یرموک پہنچ گئی تھی۔

مسلمانوں نے اپنی فوج کا اندازہ کیا تو پچاس ہزار سے زیادہ نہ تھا برخلاف اس کے عیسائیوں کی موجودہ تعداد کی خبریں لاکھوں تک پہنچ رہی تھیں اس نے مسلمانوں کو بہت کچھ دہلایا مگر ابوعبیدہ کی پُرجوش تقریروں نے اُن کے حوصلے اسقدر بڑھا دیئے کہ ہر مسلمان جام شہادت کا پیاسا تھا ٭

(۳۰)

تیری ہستی کیا ہے جو میرے سامنے بات کر سکے تُو مجھ سے واقف نہیں کہ میں کس طبیعت کا انسان ہوں اور تجھ پر کیا حق حاصل ہے۔

بلقیسیا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں اور یہ بھی معلوم ہے کہ تُم سے میری منگنی ہو چکی لیکن جس شخص نے اپنے ایسے محسن کے ساتھ یہ گفتگو کی وہ معقول آدمی نہیں سمجھا جا سکتا۔

پیٹر۔ نامعقول تُو ہے تیرا خاندان تیرے بزرگ تُجھ کو حق کیا ہے کہ میرے فعل پر نکتہ چینی کرے۔ مسلمان جیسی مکّار قوم کسی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر سکتی یقیناً اُس کی تہہ میں اُس کی غرض شامل تھی۔

بلقیسیا۔ جو کچھ بھی ہوا احسان احسان ہے اور اسکا بدلہ اگر کچھ نہیں تو کم از کم اعتراف ہو۔

پیٹر۔ خیر زیادہ گفتگو نہ کر نکاح کے واسطے اتوار کا دن مناسب ہوگا۔

بلقیسیا۔ مجھے کوئی عُذر نہیں مگر یرموک کی لڑائی کا نتیجہ جب تک برآمد نہ ہو طبیعت ٹھیک ہے نہ دل درست بلکہ مجھے تو اندیشہ ہے کہ شائد آپ کو بھی فرصت نہ ہو۔

پیٹر۔ بس ایک اڑنگا چلا آتا ہے مجھے معلوم ہوگیا کہ تُو ٹالنے کی کوشش کرتی ہے۔

بلقیسیا۔ تُم کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے مَیں کیوں ٹالنے لگی۔

پیٹر۔ پھر کیا وجہ ہے تجھ کو رضامند ہونا چاہیئے۔

بلقیسیا۔ جب منگنی ہو چکی اور معاملہ طے تو اب رضامندی اور نارضامندی تو رہی نہیں مَیں انکار کس طرح کرسکتی ہوں۔

پیٹر۔ بس تو اب لڑائی کے نتیجہ کا انتظار کریں۔

بلقیسیا۔ میری رائے میں تو کرنا چاہیئے۔

پیٹر۔ مجھ کو تو اپنی دُھن کے آگے کسی چیز کا ہوش نہیں۔

بلقیسیا۔ یہ ہی تو کہتی ہوں کہ انسان کو اتنا خودغرض نہ ہونا چاہیئے۔

پیٹر۔ پھر وہی اعتراض۔

بلقیسیا۔ معقول اعتراض ہو تو کیُوں نہ کیا جائے۔

پیٹر۔ بیوی کو شوہر پر اعتراض کرنے کا حق نہیں۔

بلقیسیا۔ مَیں اِس رائے سے متفق نہیں۔

بلقیسیا۔ پھر بگڑتے کیوں ہو۔

پیٹر۔ اچھا مَیں راہب کے پاس جاتا ہوں۔

بلقیسیا۔ شوق سے جاؤ۔

(۳۱)

مجھ کو انتظار کرتے کرتے یہ وقت ہوگیا صبح سے دوپہرا ور دوپہر سے شام ہوگئی انتظار کی بھی حد ہوتی ہے اب شام ہوگئی جنگلی جانوروں کی آوازیں کان میں آرہی ہیں اب میرا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں عقل کام نہیں کرتی خدا خیر کرے اسعد زندہ ہو تندرست ہو ضرور کوئی ایسی ہی زبردست وجہ ہوئی ورنہ وہ وعدہ کرکے رُکنے والا انسان نہ تھا مگر افسوس میری حالت پر اگر مَیں چلی گئی تو اِس خوفناک جنگل میں جہاں ڈر کے مارے مَیں دہل رہی ہوں جہاں جانوروں کا اندیشہ ہے اور موت کا خوف اسعد بھی آئیگا آئیگا اور صرف میری وجہ سے آئیگا مَیں نہ ہونگی تو اپنے دل میں کیا کہیگا اِس قسم کی باتیں کرتی ہوئی بلقیسیا آہستہ آہستہ ایک جنگل بیابان میں اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی کہ اُس نے دیکھا کہ ایک وحشی درندہ جو ریچھ سے مشابہ تھا ایک آدمی کو لئے ہوئے چلا جارہا ہے رات چاندنی تھی اور صرف اتنا معلوم ہوسکتا تھا کہ کوئی آدمی ہے مگر آدمی کی تمیز ممکن نہ تھی یہ حالت دیکھ کر بلقیسیا کے دل میں ہزاروں قسم کے وہم آنے لگے اور بالآخر اس کو یقین ہوگیا کہ ضرور اسعد ریچھ کے مُنہ میں پڑا اب کیونکر پتہ لگاؤں اسلامی لشکر یہاں سے بہت دُور ہے کوئی آتا جاتا نظر نہیں آتا لیکن جو کچھ بھی ہو مجھ کو جانا ضرور ہے اگر اسعد مارا گیا تو یقیناً وہ ایک سچا دوست تھا اور صرف میری وجہ سے اِس کی جان گئی۔

وہ اِسی حالت میں کھڑی تھی کہ اس نے سامنے سے ایک شخص کو آتے دیکھا چُھپنا چاہتی تھی مگر کوئی آڑ نہ تھی آنیوالا سر پر آہی پہنچا اور کہا۔

میری وجہ سے اس انسانی ہستی کو جو یقیناً آسمانی حُور ہے ایسی سخت اذیت ہوئی کہ صُبح سے کھانا نہ پینا کیا کروں تسمتن بلقیسیا بالکل مجبور تھا لڑائی کی ضرورتوں میں دن اُبھار رہا۔

بلقیسیا۔ تو مجبوری ہے افسوس کس بات کا۔

اسعد۔ میری وجہ سے یہ تکلیف اور پھر افسوس نہ کروں۔

بلقیسیا۔ کیا رنگ رہا لڑائی کا۔

اسعد۔ لڑائی یرموک پر ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں یہ مجھے معلوم ہے اور یہ بھی کہ تین لاکھ فوج عیسائیوں کی جمع ہوئی۔

اسعد۔ ہاں یہ واقعہ ہے۔

بلقیسیا۔ خدا رحم کرے۔

اسعد۔ تم بھی دُعا کرو۔

بلقیسیا۔ کیوں میں کیوں دُعا کروں۔

اسعد۔ کیوں تم مسلمان نہیں ہو۔

بلقیسیا۔ مگر پہلا حق اپنے وطن کا ہے۔

اسعد۔ تو تُم مسلمانوں کی شکست سے خوش ہوگی۔

بلقیسیا۔ تم ہی بتاؤ۔

اسعد۔ میں تم کو اپنے سے بہتر مسلمان سمجھتا ہوں۔

بلقیسیا۔ ممکن ہے تمہاری رائے غلط ہو۔

اسعد۔ اب اس کا اندازہ ہو جائے گا۔

بلقیسیا۔ کیونکر۔

اسعد۔ تمہاری زبان سے۔

بلقیسیا۔ مَیں کہہ تو رہی ہوں۔

اسعد۔ یہ تمہارا دل نہیں کہہ رہا۔

بلقیسیا۔ زبان تو کہہ رہی ہے۔

اسعد۔ ہاں۔

بلقیسیا۔ بس تو ابھی تم کہہ چکے ہو کہ میری زبان فیصلہ کرے گی اس کے جواب میں دونوں نے قہقہہ لگایا اور اسعد نے کہا گُل اندام بڑا نازک وقت ہے۔

بلقیسیا۔ خدا بیڑا پار کرے کاش اس سلسلہ میں اسلام کی خدمت مَیں بھی کر سکتی۔

اسعد۔ ہاں یہ تو بتاؤ۔

بلقیسیا۔ کیا۔

اسعد۔ تمہارے شوہر صاحب تو اچھے ہیں۔

بلقیسیا۔ ہاں۔

اسعد۔ عجیب طبیعت کا انسان ہے۔

بلقیسیا۔ کیوُں۔

اسعد۔ میں نے اس طبیعت کے انسان کم دیکھے ہیں تمہاری اِس سے بنی کیونکر ہوگی۔

بلقیسیا۔ بہت اچھی طرح۔

اسعد۔ مَیں ایک سوال کر سکتا ہوں۔

بلقیسیا۔ ضرور۔

اسعد۔ تم مسلمان ہوگئیں وہ عیسائی ہیں۔

بلقیسیا۔ ہاں آگے کہو۔

اسعد۔ تمہارے نکاح کو کتنا عرصہ ہُوا۔

بلقیسیا۔ اِس سوال سے تمہارا کیا تعلق ہے۔

اسعد۔ اِس لئے کہ وہ میرے مہمان رہ چکے ہیں

بلقیسیا کا چہرہ جو اسوقت پھول کی طرح کھل رہا تھا اس سوال پر کچھ مرجھا سا گیا نازک ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل رہی تھی وہ کچھ دیر خاموش رہی اور شاید کچھ دیر اور رہتی کہ اسعد نے کہا۔

اسعد۔ اگر مجھے اِس سوال کا حق نہیں تو معاف کرو۔

اتنا کہہ کر اسعد کا روشن چہرہ ماند پڑ گیا اور چند لمحہ دونوں کی نگاہیں نیچی رہیں بالآخر جذبۂ نسوانی نے سبقت کی اور بلقیسیا نے کہا کیا تم خفا ہو گئے۔

اسعد۔ نہیں خفگی کی کیا بات ہے۔

بلقیسیا۔ پھر خاموش کیوں ہو۔

اسعد۔ اِس لئے کہ تم خاموش ہو۔

بلقیسیا۔ تم نے کیا کہا کہ معاف کرو۔

اسعد۔ ہاں تم کو تکلیف ہوئی۔

بلقیسیا۔ کس چیز سے۔

اسعد۔ میرے اس سوال سے۔

اب بلقیسیا کا منہ دوسری طرف تھا اُس نے اسعد کی طرف پُشت کر لی اور قریب قریب پانچ چھ لمحہ اِسی طرح گذرے اسعد بھی اِسی طرف جھکا مگر دیکھتا کیا ہے کہ جن نرگسی آنکھوں سے چاند کی شعاعیں نکلتی تھیں اُن سے اسوقت موتیوں کے قطرے گر رہے ہیں اسعد حیران رہ گیا متفکر ہوا اور کہنے لگا۔

اسعد۔ مہ جبیں بلقیسیا میں نادم ہوں معاف کرو غلطی ہوئی اِس فقرہ نے بلقیسیا کی آ
اور تیز کی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اسعد نے اُس کو تسکین دی منت کی خو

اُس کو یقین تھا کہ میرا سوال بلقیسیا کو ناگوار ہُوا اُس نے پھر کہا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کرو اب بلقیسیا میں ضبط کی تاب نہ تھی اُس نے خنجر نکال کر اسعد کے آگے پھینک دیا کہ زبان کی بجائے اِس سے کام لو۔ اسعد کچھ نہ سمجھ سکا اور جب رقت کی حالت ختم ہو چکی تو کہنے لگا کہ یہ چند گھڑیاں امید تھی اچھی طرح ہنسی خوشی گذر جائینگی مگر افسوس کہ تقدیر میں اسوقت بھی رونا ہی لکھا تھا۔

بلقیسیا۔ اِس کی ذمہ دار مَیں ہوں۔

اسعد۔ ....

(۳۲)

رومی فوجیں ماہان سپہ سالار کی ماتحتی میں بھاگم بھاگ چلی آرہی تھیں یُونانی تاریخ اس سپہ سالار کا نام مُنوِل بتاتی ہے عرب ماہان بھی اور باہان بھی یہ قیصر کا وہ جرّی تھا جس پر رومیوں کو جسقدر ناز ہوتا کم تھا رستہ میں رومیوں کے اسی جرّار لشکر کی مُلاقات جبلہ سے ہوئی یہ عیسائیوں کی قوم غسان کا بادشاہ تھا مگر مسلمان ہوگیا تھا اور یہ سُن کر کہ مسلمانوں میں امیر و فقیر کا مرتبہ ایک ہے پھر عیسائی ہوگیا مُرتد ہوتے ہی وہ سیدھا ہرقل کے پاس آیا اور اب صرف اس فکر میں تھا کہ کس طرح مسلمانوں کو ایذا پہنچاؤں ساٹھ ہزار اس کی فوج تھی اُس نے ماہان سے تمام فوج کے سامنے کہا کہ ایسے نابکار لوگوں کا سر کچلنا عین ثواب ہے مجھ کو دنیا میں جس چیز سے قلبی نفرت ہے اور جس کے نام کا دشمن ہوں وہ اسلام ہے مَیں ان لوگوں کے دھوکے میں آکر مسلمان ہوگیا تھا مگر ایسی ذلیل قوم اور ایسے لغو اصول دیکھے ہیں تو کیا سُننے میں بھی نہ آئے تھے مَیں حج کے موسم میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا کہ قوم زوارہ کے ایک عرب نے جو آنکھوں اندھا تھا میرا دامن دبا دیا کوئی وجہ نہ تھی کہ مَیں اُس کو سزا نہ دیتا یہ اتفاق تھا کہ اُس کے چاروں دانت ٹوٹ گئے معاملہ حضرت عمرؓ تک پہنچا اُس نے میرے مقابلہ میں ذلیل

عرب کی حمایت کی اور کہا کہ معافی مانگو ورنہ قصاص دینا ہوگا میں نے کہا کہ میں رئیس ہوں یہ ذلیل ہے مگر اُسنے خاک نہ سُنی میں نے کہدیا کہ ایسے ذلیل مذہب کو جس میں یہ اندھیر ہے میرا سلام ہے اُس روز سے میں مسلمانوں کیواسطے دانت پیس رہا ہوں مگر دل کا ارمان دل میں ہے یہ لشکر حاضر ہے اس کو قبول کیجئے اور مسلمانوں کا بیج دُنیا سے کھو دیجئے۔

اہان نے جبلہ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کہا۔ میں ان نابکاروں سے اچھی طرح واقف ہوں یہ وہ ذلیل قوم ہے جس کی مثل دُنیا میں نہیں اُنہوں نے چاروں طرف لُوٹ مار مچا رکھی ہے میں اُن کا اچھی طرح سے سر کچلونگا اور بتا دونگا کہ عیسائی کیا ہوتے ہیں۔

اب یہ عیسائیوں کا جم غفیر آندھی اور مینہ کی طرح دنوں کا راستہ گھنٹوں میں طے کرتا چلا راہ میں جو جو مقام آئے وہاں اس بیدردی سے ظلم توڑے کہ خلقت چیخ اُٹھی جو عیسائی مسلمان ہو چکے تھے اُن کو خصوصیت سے دق کیا اور بعض کو تو اس سنگدلی سے قتل کیا کہ الامان الحفیظ۔ لوگ پریشان تھے اور چاروں طرف فریادیں لے کر جا رہے تھے مگر کس کی مجال تھی کہ دم مار سکتا ہر طرف قیامت بپا تھی ٭

(۳۳)

یقیناً مجھ سے غلطی ہوئی میں نے مطلق خیال نہ کیا یہ انسانیت سے بعید تھا مجھ کو کوئی حق نہ تھا کہ میں اُس کے شوہر کے متعلق کچھ دریافت کرتا دوسری غلطی یہ ہوئی کہ مینے اُس سے دریافت نہ کیا کہ اُسنے اپنی کدورت دُور کر دی میرا خیال ہے کہ رنجش کے آثار آخر وقت تک اُس کے چہرے سے ظاہر تھے وہ معقول عورت ہے حُسن کے علاوہ جس میں وہ اسوقت لاریب بے مثل ہے خدا نے عقل و فراست بھی اُس کو بہت زیادہ عطا کی ہے اگر غیر معمولی عقلمند نہ ہوتی تو ان حالات میں کہ شوہر کی عاشق زار ہے اسلام قبول نہ کرتی مگر اس کا کیا حشر ہو گا۔ پیٹر اسلام کا جانی دشمن۔ بلقیسیا اسلام کی عاشق زار میری عقل کام نہیں کرتی کہ کیا ہو گا۔

حقیقت [illegible] نہایت معقول [illegible] نہایت حسین اور خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو

ں نیک پاک دامن اور خوبصورت عورت میسّر آئے مگر اِس اعتبار سے بلقیسیا یقیناً بدنصیب
لہ اُس کو شوہر اچھّا نہ ملا۔

مجھ کو رہ رہ کر اپنی غلطی کا افسوس ہو رہا ہے مَیں نے عُمر بھر کبھی ایسی لغزش نہیں کی
ں اُس کے شوہر کے متعلق کوئی لفظ کہنے والا کون۔ اُس کو یقیناً ناگوار ہُوا اور اِس قدر
نکھ سے آنسو نکل پڑے مگر میرا خدا دیکھتا ہے میری غرض ہرگز یہ نہ تھی کہ بلقیسیا کا دل دُکھے
ں نے صرف حالت دریافت کی تھی۔ میری طبیعت کو کیا ہو رہا ہے یہ شیطانی وسواس میرے
پر کیسے سوار ہوئے۔ لاحول ولاقوۃ مسلمان کی شان ایسی نہ ہونی چاہئے کہ غیر عورت سے
یک شوہر کی بیوی ہو محبّت کریں لیکن میری محبّت میں اسوقت کوئی نفسانیت نہیں ہاں
رور ہے کہ وہ شکل وصورت کے اعتبار سے یہ حق رکھتی ہے کہ آنکھیں ہر وقت اُس کے
ن کو دیکھ کر خدا کی قدرت کے گیت گاتی رہیں۔ مگر جو چیز غیر کی ملکیّت ہے اُس کو کس
ہ سے دیکھوں میرا دیکھنا انسانیت نہیں آجتک یہ کیفیت میری کبھی نہیں ہوئی کہاں
وں کدھر ڈھونڈوں لڑائی سر پر موقعہ نازک، حالت خراب یا اللہ کیا کروں اسعد
آنکھیں روتے روتے سوج گئیں وہ دیوانوں کی طرح اس میدان میں جہاں بلقیسیا
ی تھی مارا مارا پھرا مگر وہ صورت نظر نہ آئی یہ دوپہر کا وقت تھا اور مصیبت کا مارا اسعد
اق محبُوب میں چاروں طرف ٹکریں مار رہا تھا آفتاب ڈھلا اور اسعد نے آسمان کی
ف دیکھ کر کہا کیا نماز کا وقت آگیا یہ دُنیا میرا دین بھی غارت کرے گی چلوں نماز پڑھوں
ا ہی مددگار ہے بغیر اُس کی اعانت کے کیا ہو سکتا ہے۔

(۳۴)

مَیں ہرگز یہ نہیں کہتی کہ جو انتخاب میرے والدین نے کیا وہ جائز نہ تھا اور اُن کی رائے
عقول اور خیال صائب نہ تھا مَیں یہ بھی نہیں کہتی کہ تم اپنی مرضی کے خلاف میرے ساتھ
[illegible] نکاح کے واسطے [illegible] اور تم کو یقین دلاتی ہوں کہ میرا خیال اُسوقت

تک یہ ہے کہ خدا اُس گھڑی کو مجھے زندہ نہ رکھے جب مَیں اپنے مرے ہوئے ماں باپ کی روحوں کو ناخوش کروں ہاں یہ مَیں کہتی ہوں اور علی الاعلان کہتی ہوں کہ مَیں مسلمان ہوں اسلام قبول کر چکی اور خواہ مَیں قتل کر دی جاؤں لیکن اسلام سے مُنہ نہ موڑونگی۔

پیٹر۔ یہ تیرا خبط ہے تیرے دماغ میں فتور آ گیا تیری عقل زائل ہو گئی تو خاطر جمع رکھ ہم اِس ذلیل مذہب کو پردۂ زمین سے غارت کر کے پیچھا چھوڑینگے۔

وہ پاک مذہب جس میں تیرے باپ دادا مرے تیری نگاہ میں جھوٹا ٹھہرا اور یہ لغو مذہب جھوٹا ڈھکوسلا جس میں سوا مکر کے کچھ نہیں اچھا معلوم ہُوا۔

بلقیسیا۔ میں تمہارے پاک مذہب کو بُرا نہیں کہتی اور تم سے بھی یہ توقع رکھتی ہوں کہ میرے سامنے اسلام کو بُرا نہ کہو۔

پیٹر۔ مَیں تجھ کو اور تیرے اسلام کو دونوں کو زمین میں دبا دُوں اور آہ نہ کروں۔

بلقیسیا۔ تم ایسی گفتگو کرتے ہو جس کا نتیجہ جگر خراش ہے۔

پیٹر۔ اچھّا تو تجھ کو نکاح سے انکار ہے یا چلتی ہے۔

بلقیسیا۔ مجھ کو چلنے میں عُذر نہیں ایک شرط ہے مَیں نکاح کر لیتی ہوں لیکن جب تک یرموک کی لڑائی کا فیصلہ نہ ہو جائے اپنی صورت دکھاؤنگی نہ تمہاری دیکھونگی۔

پیٹر۔ یہ کیا لغو گفتگو ہے۔

بلقیسیا۔ یہ معقول گفتگو ہے۔

پیٹر۔ شاید تو میرے ہاتھ سے سزا پائے۔

بلقیسیا۔ قتل سے بھی نہیں ڈرتی۔

پیٹر۔ اِس وہم کو دل سے دُور کر،

اُڑتا اور مسلمانوں سے جا کر لڑتا۔

اُسنے چند گھنٹوں کے سوا کہیں قیام تک نہ کیا ابھی ماہان کا لشکر دو پڑاؤ پیچھے تھا کہ جبلہ میدان میں جا پہنچا اور قیصر کی ہدایت کے موافق پہلے صُلح کا پیام بھیجا۔

حضرت ابو عبیدہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جبلہ پر لعنت ہے کہ اُس نے اسلام جیسے مقدّس مذہب سے کنارہ کیا اور راہ راست پر آکر گمراہی میں پڑا جبلہ نے جواب دیا کہ مَیں قیصر کی ہدایت کے بموجب صُلح کا پیام دیتا ہوں اس کا جواب دو میرا مذہب وہی ہے جو قیصر کا تھا اور مَیں اُس کی حمایت میں تم سے لڑتا ہوں۔

ابو عبیدہ نے جواب دیا ہمارا مذہب وہی ہے جو دین اللہ پر ہے تم قیصر کی حمایت میں لڑتے ہو اور ہم خدا کی حمایت میں اپنا خون بہاتے ہیں اگر تم لوگ معہ قیصر کے اسلام قبول کر لو تو ہمارے برابر کے بھائی ہو ورنہ جزیہ دو یہی صُلح کی صورت ہے اور کچھ نہیں۔

جبلہ نے اس کے جواب میں ابو عبیدہ کا قہقہہ اُڑایا اور کہا کہ بہت بھولی کھائی ہیں اب معلوم ہو جائیگا کہ عیسائی کیا طاقت رکھتے ہیں اور دین حق کونسا دین ہے قاصد نے آکر جسوقت یہ کہا خالد کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور انہوں نے ابو عبیدہ سے کہا صرف ایک دستہ فوج کا مجھ کو دیجئے مجھ میں تاب نہیں کہ یہ جواب سُن کر خاموش رہوں ہرچند سب نے اس رائے سے اختلاف کیا مگر خالد نے ایک نہ سُنی اور جبلہ پر حملہ کر دیا اس نے بہت کوشش کی کہ سنبھلے مگر خالد نے اتنا موقعہ نہ دیا اور خونریز جنگ شروع ہو گئی خالد نے اس معرکہ میں وہ بے نظیر شجاعت دکھائی ہے کہ دُنیا متحیر ہے۔

تلوار ہاتھ میں لے کر جدھر رُخ کیا خون کی ندیاں بہا دیں۔ جبلہ سخت پریشان ہُوا لاکھ جتن کئے مگر ایک نہ چلا ہرچند دل فوج کے بڑھاتا تھا مگر کچھ ایسی ہمت پست ہوئی تھی کہ کوئی آگے بڑھتا ہی نہ تھا خالد نے غضب یہ کیا کہ چند بہادروں کو ساتھ لے کر اندر گھس گئے اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ جبلہ معہ اپنی فوج کے بھاگا مگر مسلمانوں کو بھی ایک زبردست نقصان پہنچا

اور وہ یہ کہ یزید رفیع اور ضرار تین بہادر اس معرکہ میں عیسائیوں کے ہاتھ آ گئے اور وہ بھاگتی دفعہ ان کو بھی ساتھ لے گئے ۔

(۳۶)

حاشا وکلا میں یہ نہیں چاہتی کہ پیٹر کو دغا دوں اور اُس سے فرنٹ ہو جاؤں وہ میرا بچپن کا ساتھی ہے میرا دوست ہے عزیز ہے بھائی ہے شوہر ہے میں ہرگز ہرگز اُس سے الگ ہونا نہیں چاہتی میری ہستی کیا ہے کہ میں اس کو دغا دے کر والدین کی آبرو پر حرف لاؤں مگر اس کا کیا علاج کروں کہ دل قابو میں نہیں خواہش یہ ہے کہ اسعد کی صورت دم بھر کو آنکھ سے اوجھل نہ ہو انسان کیا فرشتہ ہے ہر اعتبار سے صورت کے شکل کے خصلت کے عادت کے حقیقتاً کیسا جرّی کہ تن تنہا تمام لشکر میں آ تا رہا اور جان پر کھیلتا رہا مگر اس شجاعت پر جو اُس کے چہرے سے ٹپکتی ہے کیسا نرم دل کیسا خلیق کیسا مُوم کہ میری آنکھ سے آنسو نکلتے ہی ہچکی بندھ گئی آج اُس کی صورت دیکھے گیارہ دن ہو گئے کدھر جاؤں صرف یہ چاہتی ہوں کہ صرف ایک دفعہ دُور سے اُس کی صورت دیکھ لوں مجھے امید نہیں کہ اسلام ایسا کمزور مذہب ہوگا کہ میری اس محبّت کو جس میں کوئی نفسانی خواہش نہیں گُناہ قرار دے مجھے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ میرا محسن ہے اُس نے متواتر احسان کئے ایک دفعہ نہیں بارہا میں اِس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر اور مجبور پھر بھی کہتی ہوں کیا کروں۔

میری یہ کیفیت کبھی نہیں ہوئی بھُوک ہے نہ پیاس رات دن اُسی کے خیال اور فکر میں غرق ہوں یہ وحشت نہیں تو کیا ہے چاروں طرف ڈھونڈتی پھر رہی ہوں مگر یہاں کوئی وجہ نہیں کوئی سبب نہیں کہ اسعد میری پروا کرے اُس کو یقین ہے کہ پیٹر میرا شوہر ہے اُس کو علم نہیں کہ ابھی صرف منگنی ہوئی ہے وہ میری طرف کیوں رُخ کرنے لگا مگر کیا اسلام سچی محبّت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ایک درد ہے جس کی دوا نہیں ایک مرض ہے جس کا علاج نہیں اسعد مجھ سے خفا ہوگیا اُس کو ہونا چاہیئے تھا جائز ہُوا درست ہُوا خوب ہُوا جو کچھ ہُوا اچھّا ہُوا۔

تو مَیں نا اُمید ہو جاؤں نہیں نہیں مجھ سے خود اسعد نے کہا تھا خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا کُفر ہے مَیں کچھ نہیں چاہتی اسعد میرے سامنے ہو ساتھ رہے۔

اے خدائے حقیقی مجھ پر رحم کر میری آرزوئیں برملا میری فریاد سُن میری محبّت سچّی ہے، میری آرزو پاک، میری خواہش صاف، مجھ سے زیادہ میری حالت سے تُو خود واقف ہے مجھ پر رحم کر مولا اپنی عنایت سے میری آرزو پوری کر۔

ہائے کیا کروں کیا بُرا روگ میرے پیچھے لگ گیا۔ مگر نہیں روگ نہیں۔ محبُوب کی یاد ہے اس میں لُطف ہے مزا ہے۔

(۳۷)

پیٹر تُم سے بڑی غلطی ہوئی اور بڑی زبردست غلطی کی ایسی ناہنجار عورت کو اسقدر سخت سزا ملنی چاہیئے تھی کہ ہمیشہ کو یاد رکھتی بلکہ دوسروں کے واسطے عبرت ہوتی کمبخت مسلمان ہونے کا دعویٰ اور اُس پر فخر کرتی ہے کیا اندھیر ہے رُوسیاہ کہتی ہے کہ جنگ یرموک کے بعد صورت دکھاؤنگی ایسی نمک حرام بے مرّوت عورت پر رحم کرنا گناہ ہے تم اپنے دل کو اگر اس میں ذرہ بھر محبّت ہے چیر کر پھینک دو تم اپنی آنکھوں کو اگر اس میں رتّی بھر مرّوت ہے نکال کر دُور کر دو لیکن اِس مُرتد کو وہ سزا دو کہ سب دیکھیں اور معلوم کر لیں کہ مُرتد کو کیا سزا ملتی ہے۔

پیٹر۔ بیشک بڑی غلطی ہوئی اگر مَیں انسانیت سے کام نہ لیتا تو بیشک وہ اِس سے زیادہ سزاوار تھی مَیں نے اِس قسم کی عورت تمام عُمر نہیں دیکھی یہ دیکھئے ایسی معقول اور سمجھدار بنی تھی کہ مذہب اسلام کو بہترین مذہب کہتی ہے اب آپ کوئی سزا تجویز کیجئے۔

سرٹونی۔ یہ تو اتفاق سے میرے ہاتھ لگ گئی جنگل میں ماری ماری پھر رہی تھی۔

پیٹر۔ ہر جگہ ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔

سر ٹونی۔ مجھ سے بچ کر کہاں جاسکتی تھی میں اُس مسلمان کی تلاش میں ہوں جس کا یہ کلمہ پڑھ رہی ہے۔

پیٹر۔ میں ایک دفعہ اُس کی صورت دیکھ لوں پھر دیکھئے کیا کرتا ہوں آپ ذرا اُس کو بلوائیے تو سہی۔

سر ٹونی نے حکم دیا اور پا بجولاں بلقیسیا حاضر ہوئی۔ بلقیسیا کی یہ حالت بھی دیکھنے کے قابل تھی میلے چکٹ کپڑے اُس کے بدن پر تھے اور جن آنکھوں سے حُسن کی ندیاں بہتی تھیں وہ اسوقت تھم تھیں۔

جس صورت نے سیکڑوں دل چشم زدن میں کچل دیئے وہ اسوقت خاموش تھی اُس کی نگاہ نیچی تھی اُس کی زبان چُپ تھی سر ٹونی اُس کو دیکھ کر غصہ سے بیتاب ہوگیا اور کہنے لگا۔

کیا تو سمجھ رہی تھی کہ میں بچ گئی اب اپنے کرتوتوں کی سزا بھگت مگر اس لئے کہ ہم اپنے پاک مذہب کے حکم بردار ہیں آخری مرتبہ تجھ سے کہتے ہیں کہ اگر تو اب بھی توبہ کرے تو تیرا قصور معاف ہو جائیگا۔

بلقیسیا۔ . . . .

پیٹر۔ یہ سخت بے ایمان عورت ہے۔

سر ٹونی۔ بیشک۔

بلقیسیا۔ . . . .

سر ٹونی۔ تم نہیں سمجھ سکتے یہ اسکی عیّاری ہے اِس عورت نے تمام عیسائیوں کی ناک کاٹ دی باپ دادا کی عزت پر پانی پھیر دیا مُلک کی آبرو گنوائی اور اس بیحیائی کو دیکھو کہ ڈھیٹ جواب نہیں دیتی ابھی تک اپنی گمراہی پر قائم اور ضد پر اڑی ہوئی ہے ہم

اب تک جو انسانیت برتی وہ ہمارا شیوہ تھا لیکن اب انتہا ہو چکی اب اِس کو ایسی سزا ملنی چاہیئے کہ اس کو بھی مزا آجائے اور دوسرے بھی تھرا اُٹھیں۔

پیٹر۔ تجھ کو معلوم ہے یہ کیا وقت ہے اور تیرا انجام کیا ہوگا اطمینان کے دن ہو چکے اسعدؔ کو دیکھ کر بہت کھلی اور ہنسی اب رونے کا وقت اور سر پیٹنے کی گھڑی ہے اسوقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کیا منحوس مذہب ہے اور یہ سر پر کیا کیا مصیبت لاتا ہے۔

بلقیسیا۔ میں ایسے جفا کار آدمیوں سے جیسے تم دونو ہو اور جن کو اپنے نفس کے سوا کسی چیز سے کام نہیں بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی تم مجھ کو اگر قصوروار سمجھتے ہو تو میں انکار نہیں کرتی ممکن ہے میں ملزم بھی ہوں اور مجرم بھی لیکن میری وجہ سے تم اسلام اور اسعدؔ کی توہین نہ کرو سزا مجھ کو دو قتل مجھ کو کرو جو مناسب سمجھو اور جائز خیال کرو مگر اس سلسلہ میں دوسرے کو بُرا کیوں کہو اسعدؔ نے وہ احسان کیا کہ سر ٹونی کے ماں باپ بھی نہ کرتے آج تو جو اِس کا ہمراز ہے صلاح کار اور مشیر ہے وہی تو ہے جس نے اس کو قتل کیا سر ٹونی میں کیا کہہ رہی ہوں غلط تو نہیں ہے خدا کی شان ہے کل جس کے جانی دشمن تھے آج اُس کے جگری دوست ہو اور جس شخص نے اپنی صداقت سے محنت سے تیمارداری سے مہمانی سے از سر نو زندگی عطا کی گو یہ سب خدا کا حکم تھا آج وہ دشمن ہے کیوں پیٹر یہ سر ٹونی وہی نہیں ہے آج یہ تیرا دوست ہے اور اسعدؔ دشمن۔

سر ٹونی۔ اوہ کیسی ظالم اور چلتی ہوئی عورت ہے کیا چال چلی ہے او مکّار۔ او مکّار او مکّار۔

پیٹر۔ اُفی ہے اُفی۔

سر ٹونی۔ چاہتی یہ ہے کہ ہم دونوں کے دلوں میں فرق پڑ جائے۔

پیٹر۔ ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں۔

سر ٹونی۔ اب اِس کے لئے تجویز کیجئے۔

پیٹر۔ اب آپ کی رائے کیا ہے اتمام حجت ہو چکا۔

سرٹونی۔ ایک دفعہ اور کہہ دیجئے۔

پیٹر۔ ہاں کیا مضائقہ ہے۔

سرٹونی۔ نابکار عورت اب کیا کہتی ہے۔

بلقیسیا۔ ....

پیٹر۔ جواب نہ دیگی۔

بلقیسیا۔ کس بات کا۔

پیٹر۔ جو ہم کہہ رہے ہیں۔

بلقیسیا۔ آپ سوال کیجئے میں جواب دوں۔

پیٹر۔ تو اسلام سے توبہ کرتی ہے۔

بلقیسیا۔ ہرگز نہیں۔

پیٹر۔ بس تو اب ہم جو چاہیں سو کریں۔

بلقیسیا۔ شوق سے۔

سرٹونی۔ سخت عذاب دونگا۔

بلقیسیا۔ مطلق پرواہ نہیں۔

پیٹر۔ اچھی بات ہے۔

سرٹونی۔ اچھی طرح سمجھ لے۔

بلقیسیا۔ خوب سمجھ چکی۔

پیٹر۔ کیا تو میری بیوی نہیں ہے۔

بلقیسیا۔ میں نے کب انکار کیا۔

لقیسیا۔ میں نے کب نہیں کہا۔

پیٹر۔ پھر یہ شرط کیوں لگائی ہے۔

لقیسیا۔ وہ اب بھی ہے۔

پیٹر۔ مسلمان تیرے باوا ہیں۔

لقیسیا۔ میرے بھائی ہیں۔

پیٹر۔ تو اُن کی فتح چاہتی ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں دل سے مجبور ہوں۔

پیٹر۔ یہ دل موت کے مُنہ میں لیجائے گا۔

بلقیسیا۔ اِس کی خوشی۔

پیٹر۔ بس اب حد ہوگئی اس کے واسطے سزا بدتر سے بدتر جو آج تک کسی مُجرم کو نہ ملی ہو تجویز ہونی چاہیئے۔

(۳۸)

قیصر کا لشکر ماہان کی ماتحتی میں یرموک کے قریب پہنچا اور دیر الجبل میں قیام کیا ہرقل کی ہدایت کے بموجب جارج قاصد کو ابو عبیدہؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ اگر خیر چاہتے ہو تو اب بھی ٹھنڈے ٹھنڈے رستہ لو اور خبردار اب اِدھر کا رُخ نہ کرنا۔

قاصد پہنچا اور مسلمانوں کا رنگ دیکھ کر ہوش اُڑ گئے اتفاق یہ تھا کہ مسلمان اُس وقت ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے جارج یہ دیکھ کر کہ سپہ سالار اور معمولی سپاہی سب برابر کھڑے ہیں سکتہ میں رہ گیا اور ابو عبیدہ سے پوچھا کہ ہمارے حضرت مسیحؑ کی بابت کیا کہتے ہو وہ کون تھے اور تمہارا عقیدہ اُن کے متعلق کیا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہم اُن کو نبی برحق سمجھتے ہیں یہ کہہ کر کلام الٰہی کی وہ آیتیں جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تھیں بلند آواز سے پڑھیں جارج نے کہا کہ کچھ شک نہیں تمہارا دین برحق ہے میں مسلمان ہوتا ہوں

اور آپنے لشکر میں واپس نہ جاؤں گا ابوعبیدہ نے اُس کو مسلمان کیا مگر اس خیال ت کہ رومی ہم کو بدعہد نہ خیال کریں اُس کو واپس جانے پر مجبور کیا خالدؔ نے درخواس کی کہ قاصد کے ساتھ مجھ کو بھی جانے کی اجازت دیدی جائے حضرت ابوعبیدہؓ اجازت دینے میں تاّمل کیا مگر جب خالدؔ نے کہا کہ گفتگو میں خود کروں گا ممکن ہے قاصد اچھی طرح معاملہ طے نہ کرسکے تو اجازت دی گئی اس خالدؔ کے جانے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اپنے قیدیوں کو واپس لائیں اور دیکھیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔

رومیوں نے یہ سوچ کر کہ کوئی مسلمان قاصد آئے تو اُس پر رُعب بیٹھے یہ انتظام کیا تھا کہ مسلح سواروں کی قطار دُور تک پھیلا دی تھی یہ سوار سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے خالدؔ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سپہ سالار کے خیمہ کے دُور تک ریشمی فرش بچھا ہُوا ہے رومیوں نے کہا کہ آپ اپنے ہتھیار یہیں چھوڑ کر جائیے مگر خالد نے نامنظور کیا اور کہا کہ سپاہی اپنے ہتھیار کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا تو مجبوراً اُن کو اجازت دی۔

ماہان ایک پُرتکلّف تخت پر زرق برق لباس میں جلوہ گر تھا مسلّح سپاہی بیش قیمت لباس سے مزیّن اُس کے چاروں طرف محافظ تھے خالدؔ اپنے سادہ لباس اور معمولی سپاہیوں کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے تو ماہان نے کرسیاں بچھوانے کا حکم دیا مگر خالدؔ فرش پر دو زانو ہو بیٹھے ماہان کو تعجّب ہُوا اور کہنے لگا اس فرش پر بیٹھنے کی کیا وجہ ہے۔ خالدؔ نے بیسویں پارہ کی یہ آیت پڑھی کہ تم مٹّی سے بنائے گئے ہو اور مٹّی ہی میں ہو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔ یہ فرش تمہارے فرش سے بہتر ہے میرا اس طرح بیٹھنا کسرِ شان نہیں ہے۔

ماہان نے کہا تمہاری بے انصافی کا کھُلا ہُوا ثبوت یہ ہے کہ بلا وجہ اپنے ہمسایوں سے لڑتے ہو اور قتل کرتے ہو یہاں تک کہ مذہبی معاملات میں دخل دے کر اُن کو پریشان

کرتے ہو تُم نے بہت سے خاندانوں کو تاراج اور اُن کے مردوں کو غلام اور اُن کی عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا خالد نے کہا یہ سب باتیں غلط ہیں ہم کسی سے بلا وجہ نہیں لڑتے ہماری دو شرطیں ہیں سب سے پہلے ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ گمراہی سے نکل کر سیدھے راستہ پر آئیں اور اُس خدا کی پرستش کریں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔

اب ماہان تیز ہُوا اور دوران گفتگو میں اپنا رُعب جمانے کے واسطے کہا۔ کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شاہنشاہ ہے خالد نے کہا ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر ہمارا بادشاہ اگر دم بھر کو بھی اپنے تئیں بادشاہ تصور کرے یا ہم کو معلوم ہو جائے کہ اس کے دل میں بادشاہ بننے کا خیال آگیا ہے تو اُس کو فوراً معزول کر دیں ماہان نے کہا تم کو ہماری قوت کا اندازہ نہیں کہ کس قدر دولت ہمارے پاس ہے یہ تمہارے دل میں خبط پیدا ہُوا ہے کہ ہم پر غالب آجاؤ گے۔ تم کو معلوم نہیں کہ بہت سی قوتوں نے یہ کوشش کی مگر سب بیکار گئیں۔ تم چونکہ بہت سی تکلیف اُٹھا کر آئے ہو اس لئے اگر واپسی پر رضامند ہو تو ہم بطور انعام دس ہزار دینار تمہارے سپہ سالار کو اور افسروں کو ہزار ہزار اور فی سپاہی سَو سَو دینار انعام دینگے تم اپنی حیثیت پر نظر ڈالو ایک جاہل گروہ اس قابل ہو گیا کہ ہمارا مقابلہ کرے۔

خالد نے اِس کے جواب میں سب سے پہلے خدا کی حمد کی اور اُس کے بعد کہا کہ بیشک ہم جاہل تھے مگر خدا نے ہم پر رحم کیا تو اپنا ایک رسُول ہم میں بھیجا جو ہم کو گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لایا اور خدا کا راستہ بتا دیا اُس ہادیٔ برحق نے ہم کو یہ بھی تاکید کی کہ یہ سچا عقیدہ دُنیا کے سامنے پیش کرو جو قبول کرے وہ تمہارا بھائی ہے جو انکار کرے اُس سے جزیہ لو اور حفاظت کرو اگر دونوں باتوں سے انکار کرے تو تلوار اُٹھاؤ۔

ماہان نے اپنے لشکر کی طرف دیکھ کر کہا یہ ہرگز جزیہ نہ دینگے خالد نے کہا تو اسلام قبول

کرنا ہوگا ورنہ ہم تم کو امیرالمومنین کے سامنے لیجاکر قتل کرینگے تاکہ دُنیا کو عبرت ہو۔

ماہان غصہ میں سُرخ ہوگیا اور کہا اگر ایلچی کا قتل روا ہوتا تو مَیں تجھ کو قتل کر دیتا مگر اب یہ سزا دیتا ہوں کہ تمہارے قیدی تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل کرتا ہوں۔

خالد نے کہا کہ ہم ایسی دھمکیوں میں آنیوالے نہیں اگر ہمارے قیدیوں کا بال بھی بیکا ہُوا تو ہم آفت بپا کر دینگے اور قسم ہے خدا و رسولؐ کی تیری گردن تن سے مَیں جُدا کرونگا اتنا کہہ کر خالد نے تلوار میان سے باہر نکال لی خالد کی تلوار نکالتے ہی سَو تلواریں چمک گئیں۔

ماہان ہنسا اور ہنس کر کہا مَیں تو فقط تم کو آزما رہا تھا تمہارے قیدی جس وقت کہو رہا کر دیئے جائیں۔

خالد نے کہا ابھی چھوڑ دو۔

اُسی وقت وہ قیدی رہا کر دیئے گئے اسکے معاوضہ میں وہ خیمہ جو عیسائیوں کے مقابلہ میں نصب تھا اور جس کو ماہان بہت پسند اور مسلمان ناپسند کرتے تھے ماہان کو دیدیا گیا۔

ابو عبیدہ نے عیسائیوں کی یہ کیفیت دیکھ کر کہ تین لاکھ کے قریب سپاہی موجود ہیں اور کمک آرہی ہے اور آنے کی امیدیں ہیں سپہ سالاری خالد کے سپرد کی اور خود پیچھے رہنا منظور کیا تاکہ عورتوں اور بچّوں کی حفاظت کریں اگر کوئی مسلمان بھاگنے کا قصد کرے تو غیرت دلائیں۔ یہاں وہ زرد جھنڈا بھی نصب کیا گیا جو خیبر کی لڑائی میں ہاتھ آیا تھا۔

اب اس لڑائی کی تیاریاں خالد نے شروع کیں جس پر مُلک شام کی قسمت کا فیصلہ وابستہ تھا مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے بہت کم تھی اور چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی جن کو کئی لاکھ سے مقابلہ کرنا تھا مگر یہ وہ لوگ تھے جن کی صداقت ضرب المثل تھی جو رسول اللہ صلعم کے جمالِ جہاں آرا سے مشرف ہو چکے تھے یہ وہ تھے جنہوں نے سرورِ عالم کی صحبت کی برکت حاصل کی تھی یہ وہ لوگ تھے جن میں سے بعض جنگ بدر وغیرہ میں شرکت کر چکے تھے۔

قبیلہ۔ اُزد۔ حمیر۔ لخم۔ جذام۔ خولان۔ ہمدان کے لوگ شریک تھے۔

گو مسلمانوں کی بہت سی لڑائیوں پر تاریخ نازاں ہے مگر یہ وہ لڑائی تھی جس میں وزن کے اعتبار سے ہاتھی اور چیونٹی شیر اور بکری کا مقابلہ تھا یہ خصوصیت اسی لڑائی کی تھی کہ مسلمان عورتیں میدان جنگ میں اِس طرح لڑیں کہ دشمن کے دانت کھٹّے کر دیئے۔

عیسائیوں کے جوش و خروش کی یہ کیفیت تھی کہ پچاس ہزار کے قریب رومیوں نے اپنے پاؤں لوہے کی زنجیروں سے کس لئے کہ مر جائیں مگر پیچھے نہ ہٹیں۔

اسلامی فوج کا انتظام شروع ہُوا اور وہ شخص جس پر اسلام ہمیشہ فخر کریگا یعنی خالد بن ولید باہر نکلا عیسائیوں کی تعداد دیکھ کر بجائے اس کے کہ خوف طاری ہوتا خدا سے دُعا کی کہ فتح اور شکست تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور فوج کی ترتیب شروع کی معاذ بن جبل کو جو جلیل القدر صحابہ تھے میمنہ پر مقرر کیا۔ قباث بن شیم کو میسرہ پر ہاشم بن عتبہ کے سپرد پیدل فوج کی رکاب کی فوج کو چار حصّوں میں تقسیم کیا ایک اپنے ساتھ رکھّی اور باقی تین پر قیس بن ہبیرہ عمرو بن الطفیل اور سیرۃ بن مسروق کو تعینات کیا یہ تینوں بزرگ فارس العرب کے نام سے مشہور ہیں جن کی شجاعت بے مثل سمجھی جاتی تھی رومیوں کی صفیں بلیں مقرر ہوئیں سب سے آگے پادری تھے اُن کے بعد قوم کے مقدّس بزرگ اُن کے ہاتھوں میں اگر اور عُود کی بتّیاں وغیرہ اور زبان پر انجیل کی آئتیں میدان جنگ میں پہنچ کر یہ مقدّس گروہ علیحدہ ہو گیا اور ایک بطریق صف سے نکل کر کہنے لگا میں تنہا لڑوں گا اگر کسی مسلمان کے سر پر موت سوار ہو تو مقابلہ کو آئے۔ یہ شخص نہایت تنومند اور قوی ہیکل تھا اور چہرہ سے نہایت جری اور زبان سے بیحد طرار معلوم ہوتا تھا سیرۃ بن مسروق اُس کی چرب زبانی کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑا آگے بڑھایا مگر خالد نے مقابلہ ناکافی سمجھا اور میسرہ کو آنکھ کے اشارہ سے واپس بُلایا اور قیس بن ہبیرہ کی طرف دیکھا قیس فوراً ہی جھپٹے اور اِس پھُرتی اور دلیری سے کہ بطریق سنبھل بھی نہ سکا ایک تلوار ایسی ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے قیس نے کلمۂ توحید کا نعرہ لگایا خالد نے کہا فتح ہی فتح ہے خالد کے چاروں حصّوں پر عیسائیوں نے

دو دفعہ حملہ کیا مگر ناکام رہے اور شام ہو گئی ٭

(۳۹)

مَیں آخری مرتبہ تجھ کو سمجھاتا ہوں اگر اب بھی تیری عقل ٹھیک نہیں ہوتی تو بس تیری
تقدیر ہی میں رسوائی اذیّت اور موت ہے تُو نے سُن لیا کہ جس دغا باز پر تو جان چھڑک
رہی ہے جس کے عشق کا دم بھر رہی ہے اُس کی شادی ہو گئی اور اسی میدان جنگ می
جشن منا افسوس تیری حالت پر کہ تیری عقل پر ایسے پردے پڑے کہ ایسے بیوفا سے اب
بھی تجھ کو نفرت نہیں ہوتی اگر تجھ کو پیٹر سے نفرت ہے تو بیشک وہ نفرت کے قابل
اِس لئے کہ مفلس ہے، ذلیل ہے، بدصورت ہے مگر مَیں ہر طرح تیری ناز برداری کو تیا
ہوں اے لو وہ پیٹر بھی آگئے۔

پیٹر۔ کہئے آپ کی تقریر نے اس پر کچھ اثر کیا مَیں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ میری وجہ
اِس قدر اذیت اُٹھا رہے ہیں مگر مَیں جانتا ہوں کہ اِس کے سر پر شیطان سوار
یہ بغیر سزا کے کسی طرح ٹھیک نہ ہو گی۔

سر ٹونی۔ مَیں کیا اذیت اُٹھا رہا ہوں آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے اگر میری محنت
کام آجاتی اور نتیجہ نکلتا تو ایک بات بھی تھی یہاں تو پتّھر پر جونک لگتی ہی نہیں کہئے
معلوم ہُوا جشن کیا تھا۔

پیٹر۔ جی ہاں وہ اسعد کی شادی تھی اجی جناب یہ نہایت مکّار خود غرض لوگ ہیں
جان پر بن رہی ہے اور نفس پروری سے باز نہیں آتے۔

سر ٹونی۔ یہ اسعد تو نابکاروں کا سردار ہے بڑا چلتا ہُوا مُتفنّی۔

پیٹر۔ مَیں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ وہ میرے ہاتھ لگ جائے پھر بتا دوں۔

سر ٹونی۔ یہ ہی ارمان میرے دل میں ہے

سر ٹونی۔ میں تو سمجھا چکا مگر۔

پیٹر۔ بس تو اب تو کچھ جواب نہ دے گی۔

بلقیسیا۔ . . . .

پیٹر۔ سر ٹونی اب آپ تجویز کیجئے کہ اِس کو کیا سزا دی جائے میں قتل کی رائے تو نہ دونگا۔

سر ٹونی۔ قتل تو اس کے واسطے رحم ہے۔

پیٹر۔ بیشک اس کو جان سے تو نہ مارنا چاہیئے۔

سر ٹونی۔ سنگسار کر دو۔

پیٹر۔ یہ بھی کافی نہیں چند گھنٹے بعد مر جائیگی۔

سر ٹونی۔ اِس کی آنکھیں نکال لو۔

پیٹر۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔

سر ٹونی۔ پہلے اسکو اندھا کر دو اسکے بعد زخمی اُسکے بعد دونوں ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دو۔

پیٹر۔ میرے خیال میں تو اس کی سزا عین ثواب ہے۔

سر ٹونی۔ اِسی واسطے میں اپنے ہاتھ سے سزا دونگا۔

پیٹر۔ بس تو آپ آنکھیں نکالئے۔

سر ٹونی۔ تم ایک تیز خنجر لاؤ۔

پیٹر۔ او بلقیسیا کمبخت اب کچھ باقی نہیں ہے جس جسم کی ہم قدر کر رہے تھے اب وہ وقت آتا ہے کہ کُتّے اور کوے بھی نہ کھائینگے اسعد کے ساتھ تو قعات جو کچھ تھیں وہ ختم ہوئیں اب تو کس برتے پر انکار کرتی ہے۔

بلقیسیا۔ اسعد کے ساتھ میری توقعات کیا تھیں۔

پیٹر۔ یہ ہی کہ تو مسلمان ہوگی اور وہ تجھ سے شادی کرے۔

بلقیسیا۔ بالکل غلط۔

سر ٹوبی۔ قطعاً صحیح۔

پیٹر۔ اِس کی غرض صرف یہ ہی تھی کہ مسلمان ہو کر اس سے شادی کروں۔

سر ٹوبی۔ اب اِس کا انکار محض بے ہمتی ہے۔

پیٹر۔ اب نکاح سے تجھے کیوں انکار ہے۔

بلقیسیا۔ مجھے تو نہیں ہے۔

سر ٹوبی۔ پھر کیوں نہیں کرتی۔

بلقیسیا۔ کس سے کروں۔

سر ٹوبی۔ ....

پیٹر۔ مجھ سے اور کس سے۔

سر ٹوبی۔ ہاں یہ اِس کی خوشی پر منحصر ہے۔

بلقیسیا۔ آپ کو تو رنج نہ ہوگا۔

سر ٹوبی۔ دیکھئے دیکھئے پھر وہی چال چلی اوہو کیسی مکار عورت ہے۔

پیٹر۔ بس اب زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں ہے ٭

(۴۰)

آج رومی اس شان سے میدانِ جنگ میں آئے کہ مسلمانوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں خالد نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی ترتیب میں ترمیم کی اور دوسرا انتظام کیا فوج کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا میمنہ پر شرجیل عمرو بن العاص میسرہ پر یزید بن ابی سفیان قلب فوج پر ابو عبیدہ، ایک خاص انتظام یہ کیا گیا کہ فصیح مقرر اور بے مثل شعراء ہر صف کے ساتھ اپنے اشعار اور تقریروں سے لوگوں کے دل بڑھا رہے تھے رومیوں نے اِس لئے کہ ان کی فوج کثیر تھی اور مٹھی بھر مسلمانوں کو خاطر میں نہ لاسکتے تھے اس انتظام کی مطلق پرواہ نہ کی ایک مسلمان نے جو خالد کے پاس کھڑا تھا غنیم کی فوج پر نظر ڈال کر کہا اللہ اکبر خالد کے

تن بدن میں یہ سُن کر آگ لگ گئی اور کہا اے بزدل خاموش ہو جا۔ کیا کہوں مجبور ہوں اگر میرے گھوڑے کے سُم پُختہ ہوتے تو علی الاعلان کہہ دیتا کہ رومی اتنی ہی فوج اور لے آئیں۔

اب عیسائی تیروں کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھے اور حملہ کیا یہ اِس غضب کا حملہ تھا کہ مسلمانوں سے نہ رُکا اور میمنہ ٹوٹ کر فوج سے جُدا ہو گیا میمنہ کا ٹوٹنا مسلمانوں کی ہمت کا ٹوٹنا تھا ہراساں ہوئے اور اس بُری طرح پیچھے ہٹے کہ دشمن سر پہ آ گیا اب مسلمان بجائے میدان جنگ کے حرم کے خیموں پر تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے کہ اُن کی عورتیں غصّہ میں بے قابو ہو گئیں اور کہا اگر اِدھر کا رُخ کیا تو تمہارے سر توڑ ڈالینگے جاؤ اور مردانہ وار میدان جنگ میں جام شہادت پیو۔

معاذ نے اپنے میمنہ کا یہ رنگ دیکھا تو ہوش اُڑ گئے فوراً گھوڑے سے نیچے اُترے اور کہا میں پیدل لڑونگا اگر کوئی اس گھوڑے پر سوار ہونے کا حق رکھتا ہے تو بسم اللہ یہ سُن کر اُن کا لڑکا گھوڑے پر سوار ہو گیا اور کہا میں یہ حق ادا کروں گا۔

دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ مسلمان جو پیچھے ہٹے تھے پھر آگے بڑھے ایک طرف سے قبیلہ زبیر کے سردار حجاج نے پانسو آدمیوں کا دستہ لے کر حملہ کیا اور آگے بڑھتے ہوئے عیسائیوں کو روکا اور اب لڑائی اسی موقعہ پر شروع ہو گئی میمنہ فوج کا دستہ جو قبیلہ آزد سے تعلق رکھتا تھا اس معرکہ میں ایسی جُرأت سے لڑا کہ رومی دنگ ہو گئے اور حقیقت یہ ہے کہ اب اسلامی فوج کا میمنہ ان ہی کے دم سے قائم تھا ہر چند رومی زور لگاتے تھے مگر اُن کے قدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

عمرو بن الطفیل آگے بڑھ گئے تلوار چلاتے تھے اور کہتے تھے یہ آزمائش کا دن ہے مسلمانو! ایسا نہ ہو کہ اپنی ہمت پر دھبّہ لگاؤ۔ بڑھو اور شہید ہو۔ اُن کے ہاتھ سے نو رومی افسر اس لڑائی میں قتل ہوئے یہاں تک کہ وہ خود بھی شہید ہو گئے۔

خالد جو بہادری اور شجاعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اس معرکہ میں موقعہ کے منتظر تھے اِدھر عیسائیوں کا جوش ٹھنڈا ہُوا اُدھر انہوں نے بآواز بلند کلمہ پڑھ کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں اُلٹ دیں خدا اپنی قدرت کے تماشے دکھاتا ہے عکرمہ بن ابوجہل جو دَور جہالت میں منور اکرم سے لڑے اسوقت کہنے لگے۔

عیسائیو دیکھ لو مَیں وہی ہوں جو کسی وقت حضور صلعم سے مقابلہ کر رہا تھا آج اس نام پر فدا ہونا فخر سمجھتا ہوں یہ کہہ کر اپنی فوج کی طرف دیکھا اور کہا کون ہے جو مجھ سے مرنے پہ بیعت کرتا ہے چار سَو آدمی معہ ضرار بن ازور کے آگے بڑھے اور رومیوں کی لاکھوں فوج میں گھس گئے تلواریں چلائیں تیر مارے اور زمین کو رومی خون سے لال کر دیا یہ پورا دستہ شہید ہُوا مگر اس دل اور گُردے کے لوگ تھے کہ ایک پیچھے نہ ہٹا۔

عکرمہ کی لاش مقتولین میں اُسوقت ملی جب ان میں سانس باقی تھا۔ خالد نے اُن کا سر اپنی گود میں لیا اور کہا۔ مجھ سے اچھّے ہو اور اچھّی جگہ جاتے ہو۔

عکرمہ کی جرأت رومیوں کی ہمّت توڑ گئی اِدھر خالد نے متواتر حملہ اس زور سے کئے کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

یہ موقعہ خالد کو غنیمت تھا وہ برابر کلمہ توحید پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ رومی سپہ سالار ورنجار تک پہنچے اس نے اپنے مُنہ پر رومال ڈال لیا اور کہا کہ اگر یہہ آنکھیں فتح نہیں دیکھ سکتیں تو شکست بھی نہ دیکھ سکیں اِدھر یہ گھمسان کا رن پڑ رہا تھا اُدھر رومی میمنہ کے سپہ سالار ابن قناطیر نے اسلامی میسرہ پہ حملہ کیا یہاں لخم وغسان کے قبیلہ کے لوگ تھے جو شام کے قُرب و جوار میں رہتے تھے اور رومیوں کے باجگذار تھے اُن پہ رومیوں کا ایسا رُعب تھا کہ صورت دیکھتے ہی گھبرا گئے ہر چند افسروں نے روکا مگر پیچھے ہٹے اور پھر حرم کے دروازہ تک پہنچے اور یہاں عورتوں پہ بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور چیخ چیخ کر کہا اگر ہمّت نہیں ہے تو میدان میں کیوں آئے تھے خبردار اپنی ذلیل صورتیں

ہم کو نہ دکھانا جاؤ مقابلہ کرو مارو اور مرو۔

اِس نسوانی جوش نے اُن کی ہمت بڑھائی وہ رُکے اور رُک کر مقابلہ کیا۔ سعید بن زید۔ قباث بن شیم۔ یزید بن سفیان۔ شرجیل بن حسنہ۔ عمرو بن عاص نے دلیری سے مقابلہ کیا قباث کی یہ حالت تھی کہ نیزے اور تلواریں اُن کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی تھیں اور وہ دوسری تلواریں اور نیزے لیتے تھے کیفیت یہ تھی کہ جب تلوار یا نیزہ ٹوٹ جاتا تھا تو بآواز بلند کہتے تھے ہے کوئی اللہ کا بندہ جو اس شخص کو تلوار یا نیزہ دے جس نے خدا سے وعدہ کر لیا ہے کہ قدم پیچھے نہ ہٹائیگا۔

ابو سفیان اپنی پُرجوش تقریر کرتے ہوئے چاروں طرف پھر رہے تھے اتفاق سے اِدھر جا نکلے جدھر اُن کا لڑکا اپنے جوہر دکھا رہا تھا اُس سے کہنے لگے اسوقت ہر مسلمان اپنی شجاعت دکھا رہا ہے ایسا نہ ہو کوئی مسلمان تجھ سے آگے بڑھ جائے۔ خبردار قدم پیچھے نہ ہٹے۔ ابوالاعور مشہور بہادر نعرے لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ آج وہ دن ہے کہ خدا اپنی دولت لٹا رہا ہے خبردار ایسا کوئی بدنصیب نہ ہو کہ اس سے محروم رہے۔ شرجیل رومی فوج کے سامنے کلام الٰہی کی آیات پڑھ رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہتے تھے خدا سے وعدہ کرنیوالے کہاں ہیں مسلمان اُن کی صدا پر لبیک کہہ رہے تھے اور رومیوں پر گر رہے تھے دفعتہً عورتیں خیموں سے باہر نکلیں اور کہا کہ اسلامی عزت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر رومیوں پر فتح نہ ہو تو ہم کو صورت نہ دکھانا اس غلغلہ نے میدان کا رنگ بدل دیا اور مسلمان نعرۂ حق کے ساتھ رومیوں پر گرے تعداد کم تھی اور ہزاروں کا مقابلہ لاکھوں سے تھا مگر مذہب کے فدائی اسلام پر قربان ہو رہے تھے کہ سعید بن زید رومی مقدمہ میں جا گھسے اور اُس کے افسر کو قتل کر دیا واپسی میں اُن کو زخم ضرور لگا مگر ہری ہوئی لڑائی فتح کی طرف پھر گئی اب پانسہ برابر برابر ہو گیا جس سے مسلمانوں کی ہمت بہت کچھ بڑھ گئی ٭

(۱۴)

یرموک سے بیس فرسنگ ادھر ایک زخمی عورت جنگل بیابان میں ایک جگہ پڑی اللہ اللہ

کہہ رہی ہے اُس کے پاؤں زخمی ہیں اُس کا سر پھٹا ہُوا ہے اُس کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں اُس کے ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں مگر دل ہی دل میں باتیں کر رہی ہے۔

یہ میرے اعمال کا نتیجہ ہے میں سخت گنہگار ہوں میری عُمر کا بڑا حصّہ نافرمانی میں گذرا اگر یہ سزا گناہونکے واسطے کافی ہو جائے تو اے مولا تیرا لاکھ لاکھ شکر۔ اسعد کی شادی ہو گئی خدا مبارک کرے وہ اپنی زندگی میں خوش رہے مگر میرے دل کو چین نہیں پڑتا کیسی ردّی حالت ہوتی جا رہی ہے مگر اب کیا کہتی ہوں حالت اور صورت کوئی بھی اس قابل نہیں کہ سفارش کر سکے دل چاہتا ہے کہ ایک دفعہ اسعد کی صورت اور دیکھ لوں مگر اب ناممکن ہے اعضا اِس قابل نہیں ایک قدم چل نہیں سکتی اُٹھنا دوبھر ہے بس اب موت کی تمنّا ہے ہاتھ میں پاؤں میں مُنہ میں سر میں کس شدّت کا درد ہے بخار نے جان پر بنا رکھی ہے۔

چند قطرے پانی کے میسّر آ جاتے حلق خشک ہے زبان پر کانٹے ہیں اب جان نکل رہی ہے۔ ہائے اللہ اب کیا ہو رہا ہے۔ یہ رات کا وقت چاروں طرف درندے پھر رہے ہیں کوئی ایسا نہیں کہ میری تکالیف کا خاتمہ کر دے۔ مگر اے یزدان پاک بے نیاز التجا ہے قبول کر طفیل اپنے حبیب پاک کے صدقہ اپنی خدائی کا موت سے قبل ایک دفعہ اسعد کی صورت دیکھ لوں۔

اِسی طرح دیوانہ وار باتیں کرتی ہوئی لیٹے ہی لیٹے آگے کھسکی اور کھسکتی ہی جا رہی تھی کہ آسمان نے رنگ بدلا ہوا تیز ہوئی اور بارش شروع ہو گئی بجلی شدّت سے چمک رہی اور بادل گرج رہا تھا مگر زخمی عورت کی پناہ کے واسطے کوئی جگہ نہ تھی۔ قصد کیا کہ کوئی درخت نظر آ جائے تو جا پڑوں مگر جہاں تک نظر جاتی تھی چٹیل میدان تھا اب ہلکے ہلکے اولے پڑنے شروع ہوئے اولوں کے حملوں نے بدنصیب کو ٹھرا دیا کپڑے شرابور تھے تھر تھر کانپ رہی تھی اِسی حالت میں کہنے لگی۔

موت آج یا کل کبھی نہ کبھی وقت آئی مگر محسن و محبوب ایک ایسا شخص جسکے کرم نے بتا دیا ہو

وکھائی [illegible] ہی کیسی کشش تھی ۔ ی اور [illegible] ہیں ، گر نظر آجائے تو زندگی کی آخری گھڑیاں بھی خوشی کٹ جائیں کیا یہ اولوں کی بوچھاڑ کیا یہ پانی کے قطرے ہوا کے جھونکے میری مدد نہ کر سکیں گے ۔

کسی تکلیف سے کسی اذیت سے گھبراتی نہیں حیران نہیں ہوتی پریشان نہیں ہوتی یہ سب کچھ صبر و شکر مگر ہاں وہی ایک آرزو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اتنا کہتی ہوئی بدنصیب عورت زخمی عورت بیہوش ہوگئی ۔ جنگل بیابان میں مینہ زور شور سے برس رہا تھا کہ ایک گھوڑے سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا دفعتہً بجلی چمکی اور اُسنے دیکھا کہ کوئی شخص سڑک پر پڑا ہے ۔ ٹھٹکا ۔ قریب گیا ۔ آوازیں دیں ۔ جھنجھوڑا مگر کچھ نہ سُنا بجلی پھر چمکی تو دیکھا کہ ایک زخمی عورت جسکے تن بدن سے خون جاری ہے بیہوش پڑی ہے ۔

ہوشیاری کی کوشش کی مگر بیکار تھی سرہانے بیٹھ گیا مینہ اب دونوں سروں پر تھا عورت کو پشت پر لیکر ایک ٹوٹے ہوئے مقبرہ میں پہنچا ایک چھت کے نیچے لٹایا لکڑیوں میں آگ سلگائی تو عورت ہوشیار ہوئی ۔ پوچھا ۔ کون ہے کہاں ہوں ۔

سوار ۔ میں اس آواز سے آشنا ہوں کیا نام ہے ۔

عورت ۔ میرے سامنے کون ہے کیا میری آرزو ۔ ۔ ۔ عورت پھر بیہوش ہوگئی ۔

شخص ۔ یہ کیا معاملہ ہے کیسے کیسے سنگدل لوگ دنیا میں موجود ہیں یہ بلقیسیا ہے بلقیسیا لاریب اس کے ساتھ یہ سلوک ستر ٹوبی نے کیا بلقیسیا بلقیسیا بلقیسیا ۔

بلقیسیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مینہ کم ہوگیا تھا مگر ابھی تشنج موجود تھا سوار بدستور آوازیں دے رہا تھا اور ہوشیار کرنے کی کوشش میں سرگرم تھا مگر زخمی عورت کسی طرح آنکھ نہ کھولتی تھی رات کا بڑا حصہ اسی طرح بسر ہوا صبح قریب تھی کہ عورت نے کروٹ بدلی ۔

سوار ۔ بلقیسیا بلقیسیا بلقیسیا ۔

بلقیسیا۔ کون ہے میں کہاں ہوں۔

اسعد۔ میں ہوں اسعد۔

بلقیسیا۔ شکر اے خدا تیرا احسان۔

اب بلقیسیا کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ بول نہ سکتی تھی اُس نے رُک رُک کر کہا۔

بلقیسیا۔ میری ..... آرزو ..... پوری ..... ہوگئی۔

سوار۔ یہ کیا حالت اور کیفیت ہے۔

بلقیسیا۔ موت کا وقت ہے ایک التجا .. منظور ....

سوار۔ ذرا ہوشیار ہو۔

بلقیسیا۔ ......

سوار۔ ذرا ہوشیار ہو۔

بلقیسیا۔ ہاں میں ہوشیار ہوں تم کون ہو۔

سوار۔ میں اسعد ہوں۔

بلقیسیا۔ اسعد .....

اِس نام کے ساتھ ہی اُس کا دل بھر آیا اُس نے چیخ کر کہا اُس کی شادی ہوگئ
وہ خوش رہے۔

سوار۔ بلقیسیا کیا کہہ رہی ہو۔

بلقیسیا۔ ......

پھر بیہوش ہوگئی سوار ہر چند کوشش کر رہا تھا کہ ہوشیار ہو مگر ہشیار نہ ہوتی تھی ا
سوار نے اُس کے کپڑے اُتارے اور اپنے خشک کپڑے اسکو پہنا کر کہا لو بلقیسیا ہشیار ہو۔

بلقیسیا۔ کون ہے۔

سوار۔ میں اسعد ہوں۔

بلقیسیا۔ نہیں اسعد نہیں ہے اُس کی شادی ہوگئی۔

سوار۔ کس کی شادی۔

بلقیسیا۔ وہ مجھے بھول گیا۔

اسعد۔ نہیں مَیں موجود ہوں۔

بلقیسیا۔ کون ہو۔

سوار۔ مَیں اسعد ہوں۔

بلقیسیا۔ نہیں..... اسعد..... کی..... شادی..... اب اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ زخمی بلقیسیا کو اسعد نے گھوڑے پر سوار کیا اور روانہ ہُوا۔

لیکن تھوڑی دُور گیا تھا کہ دو شخص گھوڑے بگ ٹُٹ پہنچے اور آواز دی۔ ٹھہر۔ سوار ٹھہرا تو اُن دونوں میں سے ایک شخص نے کہا یہ تیرے ساتھ گھوڑے پر کون ہے۔

بجلی چمکی تو ایک شخص نے کہا پرانے کرم فرما مسلمان مکّار اُتر گھوڑے پر سے، اُوہو بے ایمان اِس عورت کو کہاں لے چلا۔ اِس کا حشر دیکھ لیا یہ صرف تیری بدولت ہُوا اب دو لمحہ کی مُہلت ہے اِس کے بعد تیری گردن الگ ہوتی ہے اِس عورت کو فوراً گھوڑے سے اُتار۔

اسعد۔ آخر تم دونوں کون ہو اِس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے اس کے دوست ہو تو شوق سے لیجاؤ اور اگر دشمن ہو تو دو کیا دو سَو ہوں تب بھی اسوقت تک لڑونگا جب تک میرے دم میں دم ہے۔

ابھی تک مینہ برس رہا تھا گو بہت کم تھا بجلی اور بادل کا زور گھٹ چکا تھا اگرچہ کچھ کچھ باقی تھا دونوں میں سے ایک شخص بولا۔

سرٹونی۔ مَیں وہی تیری جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہوں جس کو چکمہ دے کر تُو نکل گیا تھا اور اب پھر خوشامد کی باتیں شروع کیں یاد رکھ اسوقت موت کے مُنہ میں سے

نکا [illegible] نکا اور اس روشنی میں اللہ کی ایک آواز آئی اور سمرٹونی کا سر

ای [illegible] ین پر تڑپا۔

پیر اہم [illegible] ہیں پہنچ گیا اور یہ وہ شخص تھا جو اس سے زیادہ سزا کا مستوجب تھا اب تو اکیلا ہے اور یہ پیٹر ہیں۔

اسوقت آفتاب طلوع ہو رہا تھا بلقیسیا نے آنکھ کھولی تو اسعد نے کہا۔ دیکھو یہ سمرٹونی خدا کے ہاں پہنچ گیا اور یہ تمہارے شوہر ہیں اور یہ حق رکھتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔

بلقیسیا۔ مجھے ان کے شوہر ہونے سے انکار نہیں مگر یہ ہی وہ دشمن ہے جس نے مجھ کو اس درجہ کو پہنچایا اتنا کہہ کر بلقیسیا بیہوش ہو گئی۔

اسعد۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اپنے ساتھ لیجاؤں یہ آرام ہونے کے بعد آپ کی بیوی ہے خدا اس کو صحت نصیب کرے۔

پیٹر۔ مجھے تیری بات کا اعتبار نہیں۔

اسعد۔ یہ اسلامی لشکر نہیں تو ہمارا مہمان نہیں کہ ہم تحمل سے کام لیں اگر زیادہ گستاخی کی تو یاد رکھ جہنم میں پہنچا دونگا۔

پیٹر اپنے ہمراہی کا نتیجہ دیکھ چکا تھا کہنے لگا اگر یہ میرے ساتھ چلنے پر رضامند ہو تو۔

اسعد۔ تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے یہ تیری ملکیت ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں.... مگر.... اسوقت نہیں۔

اسعد۔ اب میں مجبور ہوں۔

پیٹر۔ یہ بیوفا عورت ہے۔

اسعد۔ مجھے اس کی وفا کی ضرورت نہیں۔

پیٹر۔ تو میرے سپرد کر دو۔

اسعد۔ یہ انسانیت سے بعید ہے۔

بلقیسیا۔ میری حالت خراب ہے میں چند لمحہ کی مہمان ہوں۔

اسعد۔ پھر کیا خواہش ہے۔

بلقیسیا۔ میری خواہش پوری ہوگئی۔

اسعد۔ اب تم میرے ساتھ اسلامی لشکر میں چلو۔

بلقیسیا۔ ...... اچھا۔

اسعد۔ اب میں اس کو لیجاتا ہوں۔

پیٹر۔ یہ ظلم ہے تم سے زیادہ ظالم کون ہوگا۔

اسعد۔ تم اس کے مالک ہو تندرست ہو جائے لیجانا۔

پیٹر۔ تم وعدہ کرتے ہو کہ تمہارے پاس یہ میری امانت ہے۔

اسعد۔ ہاں اگر موت نے اس کو مجھ سے جدا نہ کر دیا۔

پیٹر۔ اگر زندہ رہی تو مجھے واپس کروگے۔

اسعد۔ لاریب

اب اسعد نے بلقیسیا کو گھوڑے پر سوار کیا اور آگے بڑھا مگر دو ہی قدم بڑھا ہوگا کہ تلوار کا پورا ہاتھ اس کے سر پر پڑا خیریت یہ ہوئی کہ لوہے کا خود سر پر چڑھا ہوا تھا خفیف زخم آیا مگر جان بچ گئی یہ کیفیت دیکھ کر اسعد نے گھوڑا روکا اور ایک طرف بھاگا مگر اس موقعہ پر پیٹر نے آواز دی میں اس سے فارغ ہو چکا تم بلقیسیا کو لیکر چلو اسعد نے خیال کیا کہ اگر میں اس کے پیچھے جاتا ہوں تو نہ معلوم ان لوگوں نے کیا انتظام کر رکھا ہوگا اور بلقیسیا کس کے قبضہ میں پہنچے گی اور اس کا کیا حشر ہوگا۔ اس معاملہ پر غور کرنے کے واسطے اسعد نے اپنا گھوڑا روکا اور واپس ہوا کہ بلقیسیا کے پاس پہنچے بلقیسیا بدستور بیہوش پڑی تھی مگر جب تک یہ انتظام کریں کہ بلقیسیا ایک محفوظ مقام پر

پڑی رہے پیٹر آنکھ سے اوجھل ہو چکا تھا آفتاب اچھی طرح بلند ہو گیا اور اُس کی تیز شعاعیں زخمی عورت کو اور زیادہ تکلیف دینے لگیں اسعد نے اُس کو گھوڑے پر سوار بٹھایا اور روانہ ہُوا ۔

(۴۲)

وہی یرموک کا میدان ہے اور وہی عیسائیوں اور مسلمانوں کی خونریز جنگ مسلمانوں کے دل جو دشمن کی کثرت اور متواتر حملوں سے ٹوٹ گئے تھے عورتوں کے غیرت دلانے سے بہت کچھ بڑھ گئے اور اب برابر تو نہیں مگر لڑائی کا پلّہ قریب قریب برابر سمجھا جاتا تھا کہ قیس بن ہبیرہ جو میسرہ کی پُشت پر کھڑے تھے اپنا دستہ لے کر رومیوں پر گرے یہ حملہ ایسا زبردست تھا کہ رومی باوجود سخت کوشش کے نہ سنبھل سکے اور فوجیں منتشر ہونے لگیں یہ رنگ دیکھتے ہی سعید بن زید کے تجربہ نے بڑا کام کیا وہ قلب لشکر سے نکل شہر کی طرف بڑھے اس نے اور بھی رہے سہے ہوش اُڑا دیئے اور رومی شہر کی حدود تک ہٹ گئے یہاں ایک گہری خندق تھی اور یہ نالہ درحقیقت شہر کی حفاظت کیواسطے بنایا گیا تھا مسلمان دباتے چلے جارہے تھے دل شیر تھا لڑائی شدت سے ہوئی اور اس شدّت سے کہ تمام نالہ لاشوں سے پٹ گیا رومی سراسیمہ ہو چکے تھے مگر مسلمان نہایت جوش اور استقلال سے لڑ رہے تھے اور جوش کی یہ کیفیت تھی کہ حباش بن قیس کا ایک پیر کٹ کر الگ جا پڑا اور ان کو خبر تک نہ ہوئی لڑائی کے بعد ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ کہاں گرا مسلمان تین مرتبہ پیچھے ہٹے مگر عورتوں نے کہدیا کہ اگر تم بے غیرتی سے اپنا مُنہ ہم کو دکھاؤگے تو یاد رکھو ہمارا مُنہ نہ دیکھ سکو گے ہم عرب کی عورتیں ہیں اور تم ہمارے بہادر مرد ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس میدان سے زندہ نکل کر ہماری صورت دیکھنے کا حق رکھتے ہو ابھی لڑائی کے ختم ہونے میں بہت روز ہیں جب ہمارے مرد یعنی تم ختم ہو جاؤ گے اُسوقت رومیوں کو مسلمان عورتوں سے مقابلہ کرنا ہے جسوقت ہم دُنیا میں زندہ نہ ہونگے اُسوقت عیسائیوں کو سمجھنا چاہئے کہ مسلمانوں پر فتح پائی مسلمان

جب ہٹتے تھے یہی صدا کان میں آتی تھیں اور پھر جوش سے بڑھتے تھے یہانتک ہُوا کہ ایک سپاہی کی عورت نے جو پیچھے ہٹ رہا تھا باواز بلند کہا کہ تُو خیمہ میں آکر چُھپ جا اور اپنے ہتھیار ہم کو دے خالد لڑائی کا یہ رنگ دیکھ رہے تھے اور اپنی ہمّت اور جرأت میں فرق نہ آنے دیتے تھے چالیس ہزار فوج کا مقابلہ تین لاکھ سے تھا اور اس کے سوا چارہ ہی نہ تھا کہ گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے التجا کریں کہ تیرے سوا کوئی مسلمانوں کی شرم رکھنے والا نہیں شام ہو گئی تھی اور لڑائی کا رنگ یہی تھا کہ کبھی مسلمان غالب ہوتے تھے اور کبھی رومی۔ مگر غروب آفتاب کے وقت مسلمان بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ اندھیرا طاری ہوتے ہی فوجیں علیحدہ ہوئیں اور لڑائی دوسرے روز کے واسطے ملتوی ہوئی ۔

(۳۴)

اس گُل اندام پر اس طرح حملہ کرنا اس بیکس عورت کو اس طرح زخمی کرنا کہ ہڈّی پسلی تک ٹُوٹ جائے جوانمردی نہیں کمینہ پن ہے۔

خدا نے اپنا فضل کیا اب آپ کی حالت رو بہ صحت ہے اور امید ہے کہ جلد پوری تندرست ہو جائینگی میں اب جاتا ہوں تم اس کے علاج پر اسی طرح غور کرو اور جس مدد کی ضرورت ہو فوراً لو۔

اسعد۔ انسان کیا اور اُس کی کوشش کیا یہ صرف خدا کا فضل ہے کہ اُس نے مُردے میں جان ڈالدی۔

فوجی طبیب یہ کہکر رخصت ہُوا اور اسعد نے بلقیسیا سے کہا۔

اسعد۔ مجھے تو تمہاری صحت کی امید نہ تھی دماغ تک خراب ہو گیا تھا خدا کی عنایت ہے سچ تو یہ ہے کہ اُس نے ازسرنو زندگی عطا کی۔

بلقیسیا۔ اصل فضل تو خدا ہی کا ہے مگر اب تو تمہاری لونڈی ہوں کیا سرلوڈی قتل ہو گیا۔

اسعد۔ ہاں تم کو اُسوقت ہوش نہ تھا وہ دونوں میرے قتل کے فکر میں تھے۔

بلقیسیا۔ خدا نے اُسوقت تمہاری مدد کی۔

اسعد۔ بیشک اب کہو کیا صلاح ہے۔

بلقیسیا۔ جو فرمایئے۔

اسعد۔ تمہارے پیٹر صاحب تو زندہ ہیں۔

بلقیسیا۔ ہاں جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔

اسعد۔ تم کو اُن کے پاس چلا جانا چاہیئے۔ وہ تمہارے شوہر ہیں۔

بلقیسیا۔ اگر ایک مسلمان عورت ایک عیسائی شوہر کے پاس رہ سکتی ہے تو بیشک وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے اُن کے پاس رہنا چاہیئے مگر تم کو میری مفصل داستان معلوم نہیں۔

اسعد۔ میں جانتا ہوں کہ وہ تمہارے شوہر ہیں۔

بلقیسیا۔ وہ میرے منگیتر ہیں پیدائشی منگنی ہے نکاح ابھی نہیں ہُوا لیکن میں والدین کے انتخاب سے انکار نہیں کرتی اس منگنی کو نکاح سے کم نہیں سمجھتی۔

اسعد۔ کیا نکاح نہیں ہُوا۔

بلقیسیا۔ نہیں۔

اسعد۔ صرف منگنی ہوئی ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں۔ مگر میں اس کو بھی نکاح سے کم نہیں سمجھتی۔

اسعد۔ تو میں یہ نہیں کہتا کہ تم کم سمجھو اسوقت بلقیسیا کی آنکھ سے آنسو جاری تھے اسعد نے اُس کو تسکین دی اور کہا کہ جب تمہارے حالات اس قسم کے ہیں تو پھر تم کو رنج کس بات کا ہے ابھی پُوری طرح تم کو صحت نہیں ہوئی نقاہت کا سلسلہ باقی ہے اگر رنج کرو گی تو پھر پڑ جاؤ گی۔

بلقیسیا۔ متضاد چیزیں میرے سامنے ہیں اِدھر تو والدین کا انتخاب ہے آج اُن کے

برخلاف پیٹر سے دغا کرنی ان کی روحوں کو عذاب دینا ہے خدا اُس وقت تک مجھے زندہ نہ رکھے کہ میں اُن کی تجویز کے برخلاف کروں اِدھر تمہارے احسانات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اگر میری کھال کی جوتیاں بھی تمہارے کام آئیں تو مجھے عُذر نہیں ہو سکتا میری خواہش یہ ہے کہ پیٹر سے دغا نہ کروں مگر دل کی بات کیونکر بیان کروں کہ یہ ہر وقت تمہاری صورت....

اب بلقیسیا کی زبان رُک گئی اُس کی آنکھ میں آنسو تھے اسعد نے اپنے ہاتھ سے اُس کے آنسو پونچھے اور کہا میرا خود جی نہیں چاہتا کہ ایک لمحہ بھی تم کو اپنی آنکھ سے اوجھل کروں مگر میری خواہش ہرگز یہ نہیں ہے کہ تم کو تکلیف دُوں یا تمہاری خواہش کے خلاف کوئی سوال کروں۔

بلقیسیا۔ یہ تو مجھے یقین ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے مفصّل کیفیت تم سے بیان کردی بس اب ایک بات اور کہتی ہوں اور وہ یہ کہ........

اسعد۔ ہاں کہو۔

بلقیسیا۔ نہیں جانے دو۔

اسعد۔ کہو ضرور کہو۔

بلقیسیا۔ جس خدا نے میری تمام آرزوئیں پوری کیں وہ معبود حقیقی ہے امید ہے کہ جس طرح اُس نے میری گریہ و زاری پر رحم کیا اور مرنے سے قبل تمہاری صورت دکھادی وہ میری ایک آخری التجا اور بھی قبول کرے گا۔

اسعد۔ وہ کیا۔

بلقیسیا۔ یہ ارمان ہے کہ اب زندگی ختم ہو نگاہ تمہاری صورت پہ ہو اور دم نکل جائے۔

اسعد۔ ایسی بات زبان سے نہ کہو۔

بلقیسیا۔ میری دُعا پر آمین کہو۔

اسعد۔ تمہارے بعد میں پھر زندہ رہ کر کیا کروں گا۔

بلقیسیا۔ یہ تم نے میرے زخم پر اور نمک چھڑکا۔

اسعد۔ میں سچ کہتا ہوں۔

بلقیسیا۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے تم نے ابھی دنیا کا دیکھا کیا ہے تم کو بہت کچھ کرنا ہے۔

اسعد۔ تم نے ایسا کیا دیکھا۔

بلقیسیا۔ میری تقدیر میں راحت نہیں ہے مصیبت دیکھ چکی۔

اسعد۔ تقدیر کا علم کسی کو نہیں۔

بلقیسیا۔ ظاہر ہے اسباب بھی تو کچھ معنی رکھتے ہیں۔

اسعد۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ظاہری اسباب قدرت پر غالب آجائیں راحت مصیبت خدا کے ہاتھ ہے وہ سیاہ میں سفید مصیبت میں راحت اور دکھ میں سکھ دینے والا ہے۔

بلقیسیا۔ ہاں یہ بتاؤ لڑائی کا اب کیا رنگ ہے۔

اسعد۔ ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور نئی فوجیں عیسائیوں کی جمع ہو رہی ہیں خدا ہی بیڑا پار کرے گا۔

بلقیسیا۔ ایک یہ آرزو بھی ہے کہ یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہو۔

اسعد۔ خدا کے ہاتھ ہے۔

بلقیسیا۔ اب اگر تم کہو تو میں چند لمحہ باہر ٹہل لیا کروں۔

اسعد۔ ہاں کچھ ہرج نہیں ہو آیا کرو۔

بلقیسیا۔ تمہارے افسر کسی قدر معقول آدمی تھے۔

اسعد۔ تم نے ابھی ان کا مزاج اچھی طرح نہیں دیکھا۔

بلقیسیا۔ بہت منکسر المزاج ہیں خلیق ہیں مہمان نواز ہیں ہمدرد بھی۔

اسعد۔ یہ صفت ہر مسلمان میں ہونی چاہئے۔

بلقیسیا۔ ہونی تو ضرور چاہئے۔ ایک بات دریافت کر سکتی ہوں۔

اسعد۔ ضرور۔

بلقیسیا۔ تمہاری شادی یہاں میدان جنگ میں کیوں ہوئی۔

اسعد۔ کیوں پوچھتی ہو۔

بلقیسیا۔ جی چاہتا ہے۔

اسعد۔ تم کو کس نے خبر دی اس پوچھنے میں کیا مصلحت ہے۔

بلقیسیا۔ میں نے اپنے لشکر میں سُنا تھا۔

اسعد۔ فقط پیٹر سے؟ سر ٹونی سے بھی؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا ہوگا۔

بلقیسیا۔ صحیح تو ضرور ہوگا مگر وطن میں کیوں نہ ہوئی۔

اسعد۔ اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔

بلقیسیا۔ اگر آپ نہ بتانا چاہیں تو جانے دیجئے۔

اسعد۔ اچھا جانے دو اُٹھو تو دیکھو صبح ہوگئی بس خدا حافظ زندگی ہے تو پھر شام کو مُلاقات ہوگی دُعا کرنا کہ خدا فتح دے۔

بلقیسیا۔ تمہارے کہنے سے کیا دُعا ہوگی ہمارا دل فتح کا ملتجی ہے۔

اسعد۔ خدا تمہاری دُعا قبول کرے۔

(۴۴)

آفتاب ابھی طلوع بھی نہ ہُوا تھا مگر رات پردۂ دُنیا سے وداع ہونی شروع ہوگئی تھی کہ لشکر اسلام سے اذان کی آواز بلند ہوئی نماز سے فراغت پاتے ہی مسلمان میدان جنگ میں آموجود ہوئے رومی بھی آج نہایت ہمت اور شجاعت سے سامنے آئے اور سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ مسلمانوں پر تیر برسائے یہ تیر گویا بارش تھی کہ میدان تیروں سے پٹ گیا سات سَو سے زیادہ مسلمان ایسے تھے جن کی آنکھیں ان تیروں کی نذر ہوئیں اسی واسطے یہ دن یوم العمٰی کہلاتا ہے مسلمان اس حملہ سے بہت

دب گئے اور اُن کے دبتے ہی عیسائیوں نے تیر چھوڑ حملہ شروع کیا اور اُسوقت فرداً فرداً لڑائیاں شروع ہوئیں اس میں شرجیل کی لڑائی خاص وجہ سے قابل ذکر ہے کہ اُن کو خدا نے موت کے مُنہ میں سے نکالا اُن کا مقابلہ ایک طاقتور عیسائی سے ہُوا یہ چونکہ ضعیف اور کمزور تھے عیسائی اُن پر غالب آیا چاہتا تھا کہ زمین پر ٹپک کر کام تمام کر دے کہ ضرار پیچھے سے پہنچ گئے اور جن ہاتھوں میں شرجیل پھنسے ہوئے تھے اُن پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ کٹ کر الگ جا پڑے۔

عیسائیوں نے آج کا رنگ دیکھ کر یقین کر لیا کہ ہم کو فتح ہوئی انہوں نے سوچا کہ مسلمان عورتوں کے حملہ سے بے اختیار ہو جائینگے ایک دستہ عیسائی فوج کا اسلامی حرم کی طرف بڑھا مگر یہاں آکر اُنہیں معلوم ہُوا کہ مسلمان عورتیں مردوں سے زیادہ بہادر ہیں قائمہ کی ایک بہن نے اس مردانگی سے مقابلہ کیا کہ عیسائی دنگ رہ گئے اور کئی آدمی اُن پر ٹوٹ پڑے یہانتک کہ وہ زخمی ہو کر گریں مگر قبیلہ آزر کی ایک بہادر عورت فوراً لپکی اور زخمی بہن کو اُٹھا لیا اور خیمہ میں لے آئی آج تمام دن عیسائیوں کا پلہ غالب رہا مسلمانوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح رومیوں کو پیچھے ہٹا دیں مگر مطلق کامیاب نہ ہو سکے۔

اسوقت ابو عبیدہؓ اور خالد دونوں پریشان تھے اور اُنکو شکست کے آثار نظر آ رہے تھے کہ سعید شام کیوقت ایک طرف گھُسے اور تلوار چلانی شروع کی پہلے معرکہ میں بھی اُنکو زخم آچکا تھا مگر وہ اِس ہمت سے لڑے کہ لڑائی کا رنگ بدلدیا اور عیسائیونکو اپنی فتح کا یقین کرنا پڑا مگر تعداد میں اسقدر زیادہ تھے کہ مسلمانوں کی بڑھی ہوئی ہمت بھی کچھ کام نہ کر سکی اور ایک ریلا اِس زور کا آیا کہ سعید کو پیچھے ہٹنا پڑا تعجب نہیں کہ مسلمان اور پیچھے ہٹ جاتے مگر شام کی سیاہی نمودار ہو چکی اندھیرے نے لڑائی ملتوی کی اور مقابلہ دوسرے روز پر پڑ گیا صبح کو پھر لڑائی شروع ہوئی کمک کے غلغلہ نے عیسائیونکے دل بڑھا رکھے تھے انہوں نے جان توڑ کر آج ایک حملہ کیا۔

خالد نے اپنی فوج سے کہدیا کہ اگر اس حملہ کو روک لیا اور سنبھل گئے تو یاد رکھنا کہ میدان مار لیا جس بے جگری سے عیسائیوں نے حملہ کیا تھا اُسی استقلال سے مسلمانوں نے روکا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بڑھتے ہوئے عیسائی مسلمانوں کو کوہ گراں دیکھ کر اپنے وار بیکار سمجھنے لگے عیسائیوں کا دل ٹوٹتے ہی مسلمان آگے بڑھے اور آج اس قدر قتل عام کیا کہ تلوار روکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ماہان سپہ سالار نعمان بن علقمہ کے ہاتھ سے مارا گیا اُس کے قتل ہوتے ہی عیسائی میدان سے بھاگے مسلمانوں نے اُن کا پیچھا کیا مفرورین پہاڑوں کے دروں میں زمین کی کھوؤں میں چھپے رہتے ہیں جن لوگوں پر ظلم کئے تھے اس کا بدلا اُس وقت لیا گیا اور گاؤں والوں نے اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔

عیسائیوں کے بھاگ جانے کے بعد ابو عبیدہ نے [illegible] شہیدوں کو دفن کیا زخمیوں کی مرہم پٹی کی مال غنیمت اکٹھا کیا پانچواں حصہ بیت المال کو بھیجا ایک حصہ پیدلوں میں تقسیم کیا تین حصہ سوار کو۔ رومیوں کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کا نقصان تین ہزار آدمیوں کا ہوا اس خبر کا انطاکیہ پہنچنا تھا کہ ہرقل کی حالت بگڑ گئی اور اُسے یقین ہوگیا کہ اب میری خیر نہیں اور جلدی انطاکیہ چھوڑ کر قسطنطنیہ کا قصد کیا اور شام کو جس کا عاشق تھا نہایت حسرت ویاس سے چھوڑا یہ شعبان ۱۵ ہجری کا واقعہ ہے جب مسلمانوں نے یرموک فتح کیا۔

حضرت عمرؓ کے متعلق تمام مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رات کا بڑا حصہ عبادت میں صرف کرتے ہیں اور جس روز سے لڑائی شروع ہوئی اس روز سے سوئے تک نہیں تمام مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ اُن کی آنکھیں یرموک کی سڑک کی طرف لگی رہتی تھیں جس وقت حذیفہ بن الیمان قاصد کی صورت نظر آئی ہے دوڑ کے مدینہ پہنچے تھے مسلمانوں کی کیفیت تھی کہ رستہ ہی سے پوچھتے جاتے تھے کہ لڑائی کا نتیجہ معلوم ہوا مسلمانوں کو فتح کا مژدہ سن کر بیحد خوشی ہوگئی اور امیر المومنینؓ اُسی وقت سجدہ میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

(۴۵)

اگر تم مسلمان ہو اور سچے ہو تو میری امانت واپس دو ورنہ تُم سے زیادہ بے ایمان اور جھوٹا شخص دُنیا میں کوئی نہ ہوگا۔

اسعد۔ میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا اُس پر قائم ہوں تمہاری بیوی موجود ہے تم اُس کو شوق سے لیجاؤ لیکن میری رائے میں ابھی کچھ روز اُس کو علاج کی اور ضرورت ہے۔

پیٹر۔ مَیں اِس کا شوہر ہوں یہ فیصلہ میرے کرنے کا ہے کہ اِس کو اور علاج کی ضرورت ہے یا نہیں آپ اس میں دخل دینے والے کون ہیں۔

اسعد۔ مَیں رائے دیتا ہوں یہ آپ کو اور آپ کی بیوی کو اختیار ہے کہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں۔

پیٹر۔ نہیں ہم کو آپ کی رائے کی ضرورت نہیں۔

اسعد۔ اب خود بیمار کا مشورہ شریک کیجئے۔

پیٹر۔ نہیں اس کے مشورہ کی کوئی وقعت نہیں یہ مسلمانوں کے راگ میں ہے کیوں بلقیسیا کیا کہتی ہے۔

بلقیسیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پیٹر۔ دیکھو تو اس نمکحرام بیوفا کو جواب دینا بھی قسم ہے۔

اسعد۔ اس کو آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

پیٹر۔ بول تو سہی کیا رائے ہے۔

بلقیسیا۔ مجھے عُذر نہیں آپ مالک ہیں۔

پیٹر۔ میں مالک ہوں تو تُو میرے ساتھ چل۔

بلقیسیا۔ لیکن اس میں کیا قباحت ہے کہ میں چند روز اور ٹھہر جاؤں۔

پیٹر۔ کیوں کیا ضرورت ہے۔

بلقیسیا۔ اِس لئے کہ ذرا اور توانائی آجائے۔

پیٹر۔ مَیں اِن باتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔

بلقیسیا۔ آپ جو چاہیں خیال کریں۔

پیٹر۔ مَیں حکم دیتا ہوں کہ ساتھ چل۔

بلقیسیا۔ مَیں تعمیل کو حاضر ہوں۔

پیٹر۔ تُو کھڑی ہو جا یہ ہی میرا اُن سے اقرار تھا کیُوں صاحب۔

اسعد۔ مَیں اپنی زبان پہ قائم ہوں شوق سے لیجائیے۔

بلقیسیا۔ مگر مَیں کس طرح پیدل چل سکتی ہوں۔

پیٹر۔ ہاں پیدل نہیں چل سکتی تو نے اس لڑائی میں نہیں دیکھا کہ بدنصیب عیسائی عورتوں پر کیا گذر گئی اور انہوں نے کیسی کیسی مصیبتیں اس سلسلہ میں برداشت کیں اور بدنصیب بلقیسیا تجھے کہتے ہوئے شرم نہیں آتی عورتیں وہ تھیں کہ قربان ہو گئیں اور اُف نہ کی۔

بلقیسیا۔ اگر تمہاری رائے میں مَیں آسانی سے چل سکتی ہوں تو حاضر ہوں۔

پیٹر۔ آسانی اور مشکل کیسی جو کہدیا وہ کر اور کھڑی ہو جا۔

اسعد۔ اسوقت دھوپ بہت تیز ہے شام کو ہی جائیگا۔

پیٹر۔ یرموک کی لڑائی میں جو سِتم تم ظالموں نے توڑے ہیں وہ آج کیا قیامت تک ہمارے دل سے فراموش نہیں ہو سکتے کیا ایک عیسائی تمہاری صورت دیکھنی روا رکھتا ہے۔

اسعد۔ ہم نے ایسا فعل تو نہیں کیا جو ظلم سمجھا جائیگا۔

پیٹر۔ اوہ توبہ غضب شرم شرم اور کیا آفت ڈھاؤ گے۔

اسعد۔ خیر اس کا کوئی علاج نہیں۔

پیٹر۔ بس بلقیسیا کھڑی ہو جا یہ صرف تمہارے برتے پہ پھول رہی ہے حالانکہ تم وعدہ کر چکے ہو کہ یہ تمہارے پاس امانت ہے۔

م یا اب بھی وہی کہہ رہا ہوں آپ شوق سے اسے لیجائیے۔

ر۔ پ کہہ خاک رہے ہیں اس کو میرے حوالہ کیجئے۔

ر۔ بلقیسیا تم جا سکتی ہو تو جائیے۔

۔ یہ آپ کیا اُلٹی باتیں کرتے ہیں میری بیوی میرے سپرد کیجئے۔

سیا۔ مجھے چلنے میں عذر نہیں مگر واقعی نہیں چل سکتی۔

پیٹر۔ ایک لات ایسی ماروں گا کہ اوندھی جا کر گرے گی کمبخت بے ایمان مسلمان ہو کر بدمعاش ہو گئی۔

اسعد۔ آپ ذرا دوسروں کی دل آزاری کا بھی خیال رکھئے۔

پیٹر۔ میں ہرگز دل آزاری نہیں کرتا مگر آپ دوسروں کا مال ہضم کر جائیے۔

اسعد۔ مجھ کو موت بھی بے ایمان نہیں بنا سکتی جو الفاظ زبان سے ادا کر دیئے وہ آخر وقت تک پورے ہوتے رہینگے۔

پیٹر۔ آپ یہاں سے چلے جائیے۔

اسعد۔ میں چلا جاتا ہوں۔

پیٹر۔ جائیے۔

اسعد کے باہر جاتے ہی پیٹر نے خنجر نکال لیا اور کہا۔

پیٹر۔ تجھ کو چلنے میں عذر ہے تو قسم ہے پاک مریم کی ابھی تیرا خاتمہ کرتا ہوں۔

بلقیسیا۔ خاتمہ اگر تمہارے اختیار میں ہوتا تو ہو چکا ہوتا۔

پیٹر۔ تو جب تک زندہ ہے تجھ کو چھوڑوں گا نہیں۔

بلقیسیا۔ تجھ میں ابھی جینے کی ہمت نہیں۔

پیٹر۔ تو تم چلو گی۔

بلقیسیا۔ اگر پیٹر تو پہر کی مہلت اور دیدے

پیٹر۔ او کیا ہفتہ بھر تو یہاں رہنا چاہتی ہے۔

بلقیسیا۔ ابھی چلنے کے قابل نہیں ہوں۔

پیٹر۔ گھوڑوں پہ چلیں گے۔

بلقیسیا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

پیٹر۔ آخر تو میری بیوی ہے یا نہیں ہے۔

بلقیسیا۔ میں نے کبھی انکار کیا ہے۔

پیٹر۔ اور اب۔

بلقیسیا۔ اب بھی انکار نہیں کرتی۔

پیٹر۔ بس تو چل اور خاندان کی دنیا میں ہنسی نہ اڑا۔

بلقیسیا۔ اگر تم ضد کرو گے اور یہی اصرار ہے تو بہتر۔

پیٹر۔ ایک اور صورت ہے۔

بلقیسیا۔ وہ کیا۔

پیٹر۔ میں آگے چل کر تیرے رہنے سہنے کا انتظام کرتا ہوں۔

بلقیسیا۔ ہاں میں ایک ہفتہ کے بعد آ جاؤنگی۔

پیٹر۔ نہیں ایک ہفتہ کے بعد نہیں کل ہی۔

بلقیسیا۔ اچھا کل سہی۔

پیٹر۔ اگر اس میں فرق ہوا۔

بلقیسیا۔ ہرگز نہ ہوگا۔

پیٹر۔ قسم کھا۔

بلقیسیا۔ میری زبان قسم ہے۔

پیٹر۔ اچھا لو میں جاتا ہوں مگر کل شام کو آر دن میں تیرا منتظر رہوں گا دیکھو ایسا

نہ ہو کہ نہ آؤ یاد رکھنا کہ ایک تیرے ساتھ تمام لشکر کو تہہ و بالا کر دوں گا۔

(۴۶)

یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہ حمص تشریف لے گئے اور خالد کو قنسرین روانہ کیا قنسرین چھوٹی سی جگہ تھی ایک مشہور قبیلہ تنوخ عرصہ سے آباد تھا اور اس کی یہ حالت مشہور تھی کہ برسوں سے کمل کے خیموں میں زندگی بسر کرتے رہے یہ لوگ اسلام کی خبر پہلے بھی سن چکے تھے اب مسلمان ہو گئے اور لڑائی بھڑائی نہ ہوئی مسلمان ہونے کے بعد ان لوگوں نے ایسی ایسی عمارتیں بنائیں جو آجتک موجود ہیں البتہ بنو سلیح کا خاندان بدستور عیسائی رہا اور جزیہ قبول کر لیا خالد نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اسلام کی اصلیت کو پرکھ کر یہ لوگ خود ہی مسلمان ہو گئے یہاں ایک اور قبیلہ طے آیا تھا جو مسلمان ہو گیا اور اس طرح مسلمانوں کو کچھ دقت نہ اٹھانی پڑی اب مسلمان حلب کی طرف گئے حلب میں لڑائی نہ ہوئی کیونکہ عیسائیوں نے جزیہ منظور کر لیا اور مسلمانوں کی حفاظت میں آ کر بہت سی مصیبتوں سے محفوظ رہے۔

اب حضرت ابو عبیدہ بھی آ ملے تھے اور تجویز یہ ہوئی کہ انطاکیہ پر حملہ کریں یرموک کے مفرورین عیسائیوں نے اسلئے کہ انطاکیہ ہرقل کا پایۂ تخت تھا یہیں آ کر پناہ لے لی تھی ابو عبیدہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا مگر یرموک کی لڑائی نے عیسائیوں کی کمر توڑ دی تھی انہوں نے جزیہ منظور کیا اب کیفیت یہ تھی کہ مسلمانوں کے نام سے عیسائی تھراتے تھے۔

تسرمی لُوزمی دلوک اعتان قل عزاز - قریشی - لوقا - جوما وغیرہ ایسی آسانی سے فتح ہوئے کہ مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ ہوئی البتہ ہر قومہ والوں نے اسلام اور جزیہ دونوں سے انکار کیا۔ اور اسکے ساتھ ہی لڑائی سے پناہ مانگی مگر یہ معاہدہ ہوا کہ لڑائی کے وقت ہم اسلام کا ساتھ دینگے اور یہ ہی معاوضہ ہمارا جزیہ سمجھا جائے یہ درخواست منظور کی گئی۔

انطاکیہ کے الواح میں بغراش پر جہاں ایشیائے کوچک کی سرحد ملتی ہے بعض قبیلوں نے

ابلہ کیا دمشق پر خالد نے چڑھائی کی اور خونریز لڑائیوں کے بعد یہ سب مقام مسلمانوں کے
ضہ میں آگئے۔

۴۷

ان فتوحات کا لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمان تھک کر چُور ہو گئے۔ اور ایک مہینہ تک دمشق
ں آرام کیا لیکن اب جو مقام آگے بڑھنے کے واسطے پیش نظر تھے وہ ٹیڑھی کھیر تھے اسلئے
رالمومنین سے دریافت کیا کہ قصد کدھر کا کریں۔

قیصریہ یا بیت المقدس جس کو یروشلم بھی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق سب
انوں سے مشورہ کیا سب کی رائے یہ ہوئی کہ بیت المقدس قدیم پیغمبروں کی جگہ
اسی طرف رُخ کرنا چاہیئے۔

اس خط کے پہنچتے ہی ابوعبیدہؓ نے پانچہزار کے ساتھ یزید بن ابی سفیان کو روانہ کیا کہ
اکر محاصرہ شروع کریں اُن کے جانے کے بعد پانچ روز تک متواتر اور امدادی فوج روانہ
ے رہے مسلمانوں کے پہنچتے ہی وہاں ایک قسم کی سختی شروع ہو گئی۔

مشرقی اضلاع کی فتوح سے وہ لوگ باخبر تھے اور جان چکے تھے کہ لڑائیوں کا حشر کیا
اہم انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مسلمانوں کے قدم یہاں نہ آنے دینگے۔

مختلف قسم کے انجن شہر کی دیواروں پر لگا دیئے اور مقابلہ کے واسطے تیار رہے یزید نے
اصول کے موافق دو شرطیں پیش کیں یا اسلام قبول کرو ورنہ جزیہ دو۔

دونوں شرطیں نامنظور کی گئیں ضرورت تھی کہ فوراً حملہ کیا جائے مگر ابوعبیدہؓ کا انتظار
ونکہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ محاصرہ کیا جائے حملہ کا حکم نہ دیا تھا اُن کے آنے پر حملہ کا
ر کیا گیا۔

صبح صادق کا وقت تھا نماز سے فراغت پا کر مسلمانوں نے بخصوصیت کی وہ آیتیں بآواز بلند
تاکیں جہاں موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا ہے کہ اے لوگو اس پاک زمین میں داخل ہو

جو تمہارے واسطے بنائی گئی ہے اس کے بعد اسلامی فوج نے بیت المقدس پر حملہ کیا دس روز تک یہ محاصرہ رہا مگر شہر والوں پر مطلق اثر نہ ہوا اُسی روز ابو عبیدہ نے ایک خط لکھا۔

بیت المقدس کے باشندو گمراہی سے نکلو اور راہِ راست پر آؤ خدا کو واحد سمجھو اور اُس کے رسولؐ صادق پر ایمان لاؤ تاکہ تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بنو ورنہ جزیہ دو یاد رکھو کہ ہم وہ نہیں کہ تمہاری موت کو اُتنا ہی عزیز سمجھیں گے جتنا تم شراب اور گوشت کو عزیز سمجھتے ہو جب تک ہم تم سب کو تباہ اور برباد نہ کر لینگے تمہارا پیچھا نہ چھوڑینگے اِتنا اور یاد رکھو کہ اس وقت تک جو معرکہ ہُوا اُس میں فتح کثرت و قلت پر نہیں محض صداقت پر ہوئی یرموک کی لڑائی میں تم نے دیکھ لیا کہ کس طرح ہم مٹھی بھر مسلمانوں نے لاکھوں آدمیوں کو قتل کر دیا۔

یہ ہماری آخری تحریر ہے اگر اس پر بھی تم لوگ راہ راست پر نہ آئے تو ہم بری الذمہ ہیں۔

(۴۸)

اسعد۔ مجھے یہ حق نہیں ہے کہ تم کو روکوں مگر اتنا ضرور کہونگا کہ تجربے کے بعد کسی شخص پر بھروسہ کرنا عقلمندی نہیں پھر تمہارا شوہر ہے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کے متعلق میری زبان سے کوئی ایسا لفظ نکلے جو تم کو ناگوار گزرے لیکن تم اسکے پچھلے سلوک آنکھ سے دیکھ چکی ہو اور اب میرا یہ کہنا قطعاً غلط نہیں کہ تم جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہی ہو۔

بلقیسا۔ تم نے جو کچھ کہا اور کہہ رہے ہو ٹھیک ہے لیکن چونکہ [illegible] ہوں اور وہ میرا مالک ہے وہ اگر میرے ساتھ دغا کر رہا ہے اور قتل کے درپے ہے تو اسکے [illegible] نہیں ہو سکتے کہ میں بھی اُس سے دغا کروں ایک عورت کیواسطے اس سے زیادہ فخر کی بات کیا ہوگی کہ وہ شوہر کے ہاتھ سے قتل ہو مجھے یقین ہے کہ اب وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا لیکن میرا فرض ہے کہ اُس کے حکم کی تعمیل کروں اور زبان سے جو کچھ کہہ چکی ہوں وہ پورا کروں۔

اسعد۔ اچھا اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو بسم اللہ میں بھی کل بیت المقدس پہنچا جاتا ہوں کیونکہ عنقریب وہاں حملہ ہونے والا ہے وہ یہاں سے [illegible]

جلد ملاقات ہو سکے علاوہ ازیں تمہاری زندگی کا بھی یقین نہیں بلکہ موت کا یقین زیادہ ہے۔

بلقیسیا۔ مجھے خود اب زندگی کی امید نہیں علاوہ ازیں تمہاری جدائی ......

اسعد۔ ہاں میری جُدائی کیا۔

بلقیسیا۔ موت ...... سے ...... کم نہیں ......

اسعد۔ یہ تم وہ کہہ رہے ہو جو ہمارے یقین کے خلاف ہے۔
کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتے اگر تم کو پیٹر سے جو تمہارا شوہر ہے واقعی محبت ہے تو یہاں سے جانا غم نہیں خوشی ہے اور اگر یہاں سے جانا رنج دہ ہے تو غیر سے محبت نہیں ہو سکتی۔

بلقیسیا۔ تم بات کو غور سے نہیں سُنا کرتے۔

اسعد۔ کیوں۔

بلقیسیا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ مجھے پیٹر سے محبت ہے۔

اسعد۔ پھر کیوں جاتی ہو۔

بلقیسیا۔ محبت اور چیز ہے انسانیت اور چیز۔

اسعد۔ تو یہ صرف انسانیت ہے جو وہاں لے جاتی ہے۔

بلقیسیا۔ انسانیت اور شرافت۔

اسعد۔ بس تو بسم اللہ کرو ٭

(۴۹)

اسوقت بیت المقدس کا حاکم ایلیا نامی ایک شخص ہے مسلمانوں کا پیام سُنتے ہی اسنے اپنے امام سغرونیس کو بُلایا اور مفصل کیفیت سُنائی سغرونیس نے کہا یہ متبرک جگہ ہے جو شخص یا جو قوم اس پر دشمنی کی نظر سے آئیگی یاد رکھو کہ وہ خدا رسولؐ کا دشمن ہے۔

سغرونیس کا خیال تھا کہ شہر اچھی طرح مستحکم ہے اور اس مقام کی حفاظت کیواسطے جو حضرت عیسیٰؑ کی قبر کہلاتا ہے لوگ اپنی جانیں لڑا دینگے اسکے علاوہ یرموک کے مغرور عیسائیوں نے بھی

بس مجھ کو صرف اتنا ہی معلوم ہونا چاہئے۔

اب میں ہوں تین گھنٹہ کے قریب آردن پہنچنے میں صرف ہونگے مگر ہاں اسوقت مجھ کو پتہ کون بتائیگا دُنیا آرام سے نیند کے مزے لے رہی ہوگی مجھ کو نماز فجر بیت المقدّس میں پڑھنی ہے نہ معلوم امیر المومنین کا جواب کیا آیا بس چلوں اور دیر نہ لگاؤں۔

اتنا کہکر اسعد گھوڑے پر بیٹھا اور تیزی سے چلا مگر کچھ دیر کے بعد اس کے دماغ میں کسی اور خیال نے جگہ لی وہ ٹھٹکا اور کہا۔

آردن تک جانا اور وہاں سے بیت المقدّس پہنچنا صبح تک کسی طرح ممکن نہیں نہ معلوم وہاں جنگ کیا صورت اختیار کرے میرا جانا مناسب نہیں۔

ہائیں رات کے اس سناٹے میں کہ ہوا کے سوا کوئی دوسری آواز نہیں یہ کراہنے کی آواز کہاں سے آرہی ہے تھم گئی مگر تھی تو ضرور پھر آئی وہ آئی۔

یہ کیا ہے یہاں اسوقت کوسوں آدمی کا پتہ نہیں یہ اور کوئی آواز ہے اور ہے یقیناً انسان کی۔ ہاں اِدھر سے آرہی ہے چلوں دیکھوں۔

جدھر سے آواز آرہی تھی اسعد اُدھر ہی چلا دو قدم چلتا تھا اور پھر آواز کی طرف کان لگاتا تھا آواز آتی تھی اور پھر تھم جاتی تھی چاروں طرف دیکھتا تھا کہ کسی اور طرف سے آواز نہ آتی ہو تو جس طرف کا یقین تھا اُدھر چلا چلا ٹھٹکا رُکا بڑھا آواز مسلسل نہیں تھم تھم کر اور رُک رُک کر آرہی تھی آخر اسعد ایک ایسی جگہ پہنچ کر ٹھٹکا جو اس کی دانست میں آواز سے بہت ہی قریب تھی اور سوچنے لگا کہ اب پتہ آسانی سے لگیگا۔

ہیں یہ کیا اچنبا ہے اب آواز کا پتہ نہیں آدھ گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوگیا مجھ کو وہم تو نہیں ہوا مگر ہائیں میں کیا دیوانہ ہوں یا سمجھ نہیں سکتا بلا شُبہ انسانی آواز تھی اور اسی جگہ سے آرہی تھی غالباً کسی اور طرف سے ہو اُدھر جاؤں شاید اِدھر ہو۔

ایک عجیب حالت میں چاروں طرف اسعد دَوڑتا پھرتا تھا کہ آواز کا پتہ لگاؤں مگر کامیاب نہ

ہوتا تھا یہاں تک کہ اب آواز پھر آئی ۔

یہ آئی میں دیوانہ تو نہیں ہوں میرے کان تو نہیں بج رہے آدمی کی آواز ہے ممکن ہے کسی زندہ کا زخمی ہو مگر جو کچھ بھی ہو بہت سخت تکلیف و مصیبت کی حالت ہو کہیں بلقیسیا تو نہیں

لاحول ولا قوۃ کیا لغو بات ذہن میں آئی ہے یہ آئی آواز بس اس طرف ہے ۔

میں بھی کھڑا ہوں اب دیکھوں کب تک نہ آئیگی اوہو یہ تو کنوئیں میں سے آرہی ہے یہ تو کوئی بدنصیب ہے ۔

آہ ۔ آہ ۔ آہ

آواز کوئی شک نہیں اس کنوئیں سے ہے ۔

کون ہے یہ کیا حالت ہے ۔

اندر کون ہے جواب دو ۔

کیا کروں اسوقت تو کوئی رسی بھی نہیں نہ معلوم کس قدر گہرا کنواں ہے رات اندھیری ہے یہ صافہ موجود ہے ۔

صافہ کا ایک سرا اسعد نے درخت سے باندھا اور بسم اللہ کہکر کنوئیں میں گیا ہاتھ سے ٹٹولا تو معلوم ہوا ایک شخص پڑا ہوا ہے اور خوش قسمتی سے کنواں خشک ہے آواز دی ۔

کیا تم اس میں گر پڑے ۔

کیا تم جواب دے سکتے ہو ۔

آ . . . . ہ ۔

تم کون ہو ۔

. . . . آ ۔

اب اسعد نے اس زخمی کو اپنی پشت پر لیا اور اوپر چڑھا بسم اللہ کہکر اوپر آیا اور زخمی کو لٹا کر پوچھا تم کون ہو ۔

یہیں آکر پناہ لی تھی مسلمانوں نے حملہ کا قصد مصمّم کیا اور ایلیا کو خبر پہنچی تو اس نے تمام معاملہ سغرونیس کے سپُرد کیا اس نے زور شور سے جمعیت فراہم کی اور انجنوں کے ذریعہ سے پتّھر برسانے شروع کئے موسم سرد تھا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف ہو رہی تھی لیکن محاصرہ انہوں نے نہ اُٹھایا اور چار مہینے اسی طرح گذر گئے۔

مسلمانوں کو جو اذیّت تھی وہ ظاہر تھی مگر عیسائیوں کو بھی کچھ کم اذیت نہ تھی وہ حالت قید میں گھبرا گئے تھے اور جب ان کو یہ معلوم ہُوا کہ مسلمان برسوں بھی اس محاصرہ سے اُکتانے والے نہیں تو چھکّے چھُوٹ گئے اور اس کے سوا کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ کسی طرح صُلح کے ڈورے ڈالیں۔

بالآخر سمیرونس نامی ایک شخص فصیل پر آیا اور ابو عبیدہ سے گفتگو کرنی چاہی سمیرونس بیت المقدّس کا چھوٹا امام تھا اس نے ابو عبیدہ سے کہا۔

تم مسلمان ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم راہ راست پر ہیں تم کو معلوم ہے یہ کیا مقام ہے تم کو خبر نہیں کہ یہاں حملہ کرنے والے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں تم شکر کرو کہ ابتک مطمئن ہو مگر یاد رکھو کہ اب بہت جلد تُم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اسجگہ کو متبرک یقین کرتے ہیں ہمارے پیغمبر کو اِسی مقام سے معراج ہُوا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ ہمارا حق اِس جگہ پر تم سے کم نہیں۔

ابو عبیدہ کی اِس تقریر سے عیسائیوں کو پورا یقین ہو گیا کہ مسلمان یہاں سے ٹلنے والے نہیں اور انہوں نے رہائی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو کہا ہم ایک شرط پر شہر کا قبضہ تم کو دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ خود تمہارے خلیفہ یہاں آئیں اور اپنے ہاتھ سے عہد نامہ پر دستخط کر کے قبضہ کر لیں اس درخواست کے ہوتے ہی امیر المومنین کو مفصل عریضہ لکھا گیا کہ بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر منحصر ہے حضرت عمرؓ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور مجمع عام میں یہ خط پڑھ کر سُنایا یہاں مختلف رائیں ہوئیں حضرت عثمانؓ نے کہا عیسائی ہم سے دبے ہوئے ہیں انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ صداقت کتنی طاقت رکھتی ہے وہ اپنی کرتوتوں سے ذلیل و خوار ہو چکے اور

جس طرح وہ ہم کو ذلیل سمجھتے تھے اسی طرح خدا نے ان کو ذلیل کیا آپ ان کی یہ درخواست بھی نامنظور کیجئے تاکہ وہ اور زیادہ رُسوا اور شرمندہ ہوں۔

حضرت علیؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور کہا بیت المقدّس متبرک جگہ ہے عیسائی یہاں جانیں لڑا دینگے اگر ان کو مدد پہنچ گئی تو وہ اپنی شجاعت کے اظہار میں کوئی کسر نہ چھوڑینگے اگر امیر المومنین خود وہاں تشریف لیجائیں تو اسلامی فوج کو بہت بڑی مسرّت ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے بالاتفاق اس رائے کو پسند کیا اور حضرت علیؓ کو نائب مقرر کر خود سفر کا قصد کیا۔

(۵۰)

اب میں کیا کر سکتا ہوں پرسوں کی تمام رات اسی جستجو میں بسر ہوئی آج بھی آدھی سے زیادہ رات گذر گئی بس میری رائے درست ہے بلقیسیا قتل ہوگئی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ وعدہ ایفا نہ کرتی میں سمجھتا ہوں کہ عیسائیوں میں ایسی لڑکی دوسری نہ ہوگی کسقدر معقول عورت ہے پیٹر جیسے دغاباز ظالم بیوفا شخص کے ساتھ ایسی وفاداری مشکل ہی سے انسان کر سکتا تھا یہ اسی کا دم تھا کہ ہر قسم کی زیادتی برداشت کی اور تیوڑی پر بل نہ لائی بلقیسیا خود مر گئی اور مجھ زندہ کو مُردہ کر گیا میں اب زندگی فضول سمجھتا ہوں خدا اس لڑائی کو ختم کر دے اب بقیہ عمر اللہ اللہ میں بسر کروں گا خودکشی کر نہیں سکتا ورنہ بلقیسیا کے بعد اب مجھ کو زندگی کی ضرورت نہیں کیسی اچھی طبیعت کیسے نیک خیال کیسی پاک سرشت کی عورت ہے شرافت کو ہاتھ سے نہیں دیتی، کیسی سچی کتنی مخلص، کس قدر بے لوث۔

دل سے اسی طرح باتیں کرتا کبھی خاموش رہتا کبھی چیخنے لگتا ایک عجیب حالت اور کیفیت میں اسعد آدھی رات کے وقت جنگل کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔ اچھا تو اب ایک اور صورت اور ہے ابھی رات کے سات گھنٹے باقی ہیں میں آرون چلا جاؤں اور کچھ نہیں صرف اس کی خیریت معلوم کر لیں مگر وہ زندہ کہاں ہوگی پیٹر نہایت سنگدل انسان ہے ایسی بیوی کے اگر پاؤں دھو دھو کر پیئے تو تعجب نہیں مگر اب اس کا خیال فضول کبھی کا قتل کر دیا ہوگا

رجب ۱۶ھ ہجری کی ساتویں تاریخ ہے اور وہ اولوالعزم شہنشاہ جسنے بڑی بڑی سلطنتوں کو چشم زدن میں تاراج کر دیا سیدھے سادے کپڑے پہنے ایک سُرخ اونٹ پر سوار بیت المقدّس کی طرف روانہ ہُوا جلو میں کوئی لشکر ہے نہ فوج ہمراہی میں کوئی دستہ ہے نہ جمعیت اونٹ کے دونو طرف دو جھولیں ہیں ایک پانی کی مشک ہے۔ دوسری میں کھجوریں اور بھُنی ہوئی جنس رات کو ایک چٹائی پر جنگل بیابان میں سوئے اور صبح کی نماز سے فراغت پا پھر روانہ ہو جاتے جوق جوق خلقت تماشہ دیکھنے آتی اور دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ وہ فاروق جس کے نام سے دُنیا کانپ رہی ہے اِس طرح سفر کر رہا ہے۔

فریادیوں نے رستے بھر اپنی درخواستیں پیش کیں اور امیر المومنین نے ان کا انتظام کیا جسوقت جابیہ قریب آگیا تو اسلئے کہ یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید کو اطلاع دیدی گئی تھی دونوں نے باہر نکل کر استقبال کیا مگر متواتر فتوحات نے فاتحین کے خیالات میں تغیر کر دیا تھا دونوں کے جسم پر دیبا کی قبائیں تھیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور اونٹ سے نیچے اُتر کر فرمایا تم نے اِتنی جلدی اپنے جوہر گنوا کر عجمی طریقہ اختیار کر لئے دونوں نے اپنی قبائیں اُتار کر دکھایا کہ ہتھیار لگے ہوئے ہیں اور عرض کیا اصلی مقصد جو ہماری زندگی کا ہے وہ موجود ہے آپ خاموش ہو گئے۔

جابیہ میں کچھ روز قیام فرما کر حضرت عمرؓ بیت المقدّس پہنچے لوگ ایسی جلیل القدر ہستی کے دیکھنے کو شہر سے باہر کھڑے تھے امیر المومنین کی سادگی دیکھ کر دنگ رہ گئے عہدنامہ صُلح مرتب کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

یہ عہدنامہ ہے اس امان کا جو اللہ کے غلام عمرؓ نے بیت المقدّس کے باشندوں کو دی یہ امان یہاں کے تندرست بیمار مرد عورت جان مال گرجا صلیب ہر مذہب کیواسطے ہے معاہدہ ہے کہ گرجاؤں میں سکونت نہ ہوگی نقصان نہ پہنچایا جائیگا توہین نہ ہوگی گرجاؤں

میں احاطے بھی شامل ہیں مذہب کے بارہ میں کسی پر کوئی جبر نہ ہوگا اس تحریر کے گواہ خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔

اس اقرار نامہ کے بعد ایک اقرار نامہ عیسائیوں کو بھی لکھنا پڑا اس کا مطلب یہ تھا۔

شراب کی دُکانیں قطعاً بند ہو جائینگی جُوا کسی قسم کا نہ کھیلا جائیگا کوئی عیسائی جب تک وہ مسلمان نہ ہو اپنے بچوں کو قرآن شریف نہ پڑھائیگا رستے میں ہتھیار لگا کر نہ چلیں گے۔

عہدناموں سے فراغت پانیکے بعد حضرت عمرؓ باہر نکلے اور بیت المقدس کی مسجد میں گئے محراب داؤدؑ کے پاس کھڑے ہو کر سجدہ داؤد کی آیت پڑھی اور اسکے بعد سجدہ کیا یہاں سے پاپیادہ مسجد سلیمان میں تشریف لے گئے اسوقت پادری سفرونیس آپکے ساتھ تھا وہ تمام عمارتوں کے حالات سُناتا رہا نماز کا وقت آگیا تھا اِدھر اُدھر جگہ تلاش کی پادری نے کہا اسی گرجا میں نماز پڑھ لیجئے آپنے منظور نہ کیا وہ قسطنطین کے گرجا میں لے گیا یہاں بھی آپنے انکار کر دیا اور مشرقی دروازہ کی سیڑھی پر نماز ادا کی سفرونیس بہت ہی متعجب ہُوا وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں گرجا میں نماز پڑھ لیتا تو مسلمان اس کو توڑ کر مسجد بنا لیتے حضرت عمرؓ کا یہ خیال نہایت درست نکلا ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے اس سیڑھی کی ایک مختصر مسجد بنالی اور رفتہ رفتہ وہ مسجد اپنے وقت کی بینظیر مسجد ہوگئی۔

امیرالمومنین نے یہاں زیادہ روز تک مقام کیا اور مفتوحہ ممالک کے ضروری انتظام کے متعلق احکام جاری کئے۔

ایک روز بلالؓ نے کہا کہ یہاں لوگ پرند کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں آپ کو بہت ناگوار ہوا کہ مسلمان اگر اسی طرح تن پروری میں گرفتار ہو گئے تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا مگر لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں یہ خوراک اسی قیمت پر ملتی ہے جس پر حجاز میں کھجوریں یہ سُنکر امیرالمومنین خاموش ہو گئے مگر سپاہیوں کے واسطے یہ انتظام کر دیا کہ علاوہ تنخواہ کے ان کو خوراک بھی ملا کرے۔

ایک روز آپ نے بلالؓ کو بُلا کر کہا سرور عالمؐ کے بعد تمہاری اذان نہیں سُنی آج اذان دیدو بلالؓ نے جواب دیا ارادہ یہ تھا کہ رسولؐ اللہ کے بعد اذان نہ دونگا مگر آپکے فرمانے سے باہر نہیں ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں یہ کہکر بلالؓ نے اذان دی سرور کائناتؐ کے بعد یہ پہلی اذان تھی جو بلالؓ کی زبان سے مسلمانوں نے سُنی دل بھر آئے اور اسقدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی بالخصوص حضرت عمرؓ ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل کی تو یہ حالت تھی کہ کسی طرح چین ہی نہ پڑتا تھا۔

اب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ شام کی مفتوحات کو مکمل کرنے کے واسطے اور آگے بڑھنے کی ضرورت ہے اِس لئے اس کو دو حصّوں میں تقسیم کیا شمالی اور جنوبی۔ جنوبی شام جس میں بیت المقدس اور عربی اطراف شامل تھے یزید بن ابو سفیان کے سپرد ہُوا اور ابو عبیدہؓ شمالی شام کے فتح کرنے پر مامور ہوئے۔

ابو عبیدہ کو سب سے پہلے اس علاقہ کو فتح کرنا تھا جو حوران اور حلب کے درمیان ہے اِس لئے وہ اِدھر روانہ ہوئے اور امیر المومنین اسواسطے کہ مسلمانوں کو زیادہ عرصہ تک قیام کرنے سے اندیشہ تھا کہ کہیں بیت المقدس ہی میں سکونت نہ اختیار کرلیں دس روز رہ کر مدینہ واپس تشریف لے گئے

(۵۲)

یہ تو وہی عورت معلوم ہوتی ہے پچھلی دفعہ اس کے جانبر ہونیکی کوئی امید نہ تھی اسکی صحت ایک اچنبا تھی لیکن اب تو اس کا صحت پانا قطعاً ناممکن ہے دماغ پاش پاش ہو گیا ہے۔

اسعد۔ ایسے گہرے کنوئیں میں اتنی دُور سے پھینکنا واقعی دماغ پاش پاش ہو گیا ہے۔

طبیب۔ مگر اسکا وہاں جانا کس طرح ہُوا یہ تو ہمارے لشکر میں موجود تھی دشمن اِس کو کیونکر لے گیا۔

اسعد۔ یہ بڑی داستان ہے اب فرمائیے کیا کیا جائے صحت کی امید نہیں۔

طبیب۔ یُوں تو تنکے میں خدا جان ڈال سکتا ہے مگر اب کوئی امید نہیں ہو سکتی بظاہر یہ مُردہ ہے ایک جگہ تو نہیں تمام جسم زخمی ہے میرا خیال ہے کوئی اور چوٹ بھی پہنچائی گئی ہے

دیکھئے یہ جسم نیلا پڑا ہوا ہے۔

اسعد۔ بہت ممکن ہے۔

طبیب۔ دیکھئے۔

اسعد۔ اب کیا کروں۔

طبیب۔ یہ ہی دوائیں سر پر رکھئے۔

اسعد۔ ہوش مطلق نہیں ہے۔

طبیب۔ ہو کہاں سے سکتا ہے۔

اسعد۔ علاج میں کمی نہ رہے۔

طبیب۔ ہمارا کام یہ ہی ہے۔

اسعد۔ یہ کسر رہتی کیوں ہے۔

طبیب۔ اذیت کی وجہ سے۔

اسعد۔ ابھی احساس کی قوت موجود ہے۔

طبیب۔ ہاں۔

اسعد۔ تو صحت بھی ممکن ہے۔

طبیب۔ بہت مشکل سے۔

اسعد۔ حالت میں پرسوں سے کچھ فرق ہے۔

طبیب۔ بہت خفیف۔

اسعد۔ بہتری کی طرف۔

طبیب۔ ہاں بہتری ہی سمجھئے۔

اسعد۔ شاید بہتری کی طرف اور ترقی کرے۔

طبیب۔ ہاں ممکن ہے۔

اسعد۔ کسی طرح ہوش نہیں آتا۔

طبیب۔ ابھی آ ہی نہیں سکتا۔

اسعد۔ کب تک۔

طبیب۔ ایک ہفتہ بھر کم از کم۔

اسعد۔ خدا کرے ایسا ہو۔

طبیب۔ مگر مشکل ہے۔

اسعد۔ ہاں یہ تو ظاہر ہے۔

طبیب۔ امید زیست کم ہے۔

اسعد۔ بیشک۔

طبیب۔ پچھلی دفعہ تو اس کے شوہر نے زخمی کیا۔

اسعد۔ اور اِس مرتبہ بھی۔

طبیب۔ کیا واقعی۔

اسعد۔ غالباً۔

طبیب۔ یہ اُس کے قبضہ میں کیوں گئی۔

اسعد۔ اِس لئے کہ اِس کو شوہر سمجھتی ہے۔

طبیب۔ وہ نہایت ظالم شوہر ہے۔

اسعد۔ بے شک۔

طبیب۔ جس طرح یہ انسانیت میں ہے۔

اسعد۔ ایسا انسان جیسی یہ ہے اور ایسا جانور جیسا وہ ہے کم دیکھنے میں آئینگے۔

طبیب۔ آپ کو یقین ہے کہ اس ظالم نے اب بھی زخمی کیا۔

اسعد۔ یقین نہیں مگر گمان غالب ہے۔

طبیب۔ اچھا میں جاتا ہوں آپ کوشش کیجئے۔

(۵۴)

حلب کے باشندے نہایت مالدار تھے اور حلب کا قلعہ اپنی مضبوطی کے اعتبار سے بہت کچھ مشہور تھا اور یہ ہی وجہ تھی کہ ان کو اپنے شہر اور قلعہ پر پورا بھروسہ تھا مسلمانوں کا لشکر قریب پہنچا تو گو ان کو اندیشہ ضرور ہوا مگر اس کے ساتھ ہی ان کو یہ بھی یقین تھا کہ حلب اور اس کے قلعہ کا فتح کرنا آسان نہیں قلعہ کے چاروں طرف خندق کھدی ہوئی تھی جس میں ہر وقت پانی بھرا رہتا تھا۔

حلب کا اصلی بادشاہ تھوڑے روز ہوئے مر چکا تھا اور اب اِس کے دو لڑکے یوحنّا اور یوقنا موجود تھے یوحنّا چونکہ گوشہ نشین راہب تھا اِس لئے اِس کو عبادت کے سوا کسی چیز سے واسطہ نہ تھا شہر کا تمام انتظام سلطنت یوقنا کے سپرد تھا اور وہی بادشاہ سمجھا جا سکتا تھا

یُوحنّا نے مسلمانوں کی آمد سُنی تو صُلح کا مشورہ دیا مگر یوقنا نے اِس کو جھڑک دیا اور لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کیا۔

بارہ ہزار فوج کے ساتھ یوقنا مقابلہ کو نکلا مگر لڑائی شروع نہ ہوئی تھی کہ شہر کے رؤسا ابو عبیدہ کی خدمت میں آئے اور صُلح کی درخواست کی معاہدہ یہ ہُوا کہ مسلمان حلب والوں کو پناہ دیتے ہیں اس شرط پر کہ حلب والے ہماری فوج کو غذا کی تکلیف نہ ہونے دیں ہم سے کسی بات کا پردہ نہ کریں ہر سازش کی اطلاع دیں اور یوقنا کو قلعہ میں نہ جانے دیں۔

یوقنا نے مسلمانوں کے اگلے حصّہ پر جو کعب میں حمزہ کے تحت میں تھا اور جو ایک ہزار کے قریب ہوگا حملہ کر دیا اور یہ وہ حالت تھی کہ مسلمانوں کو لڑائی کا پورا یقین نہ تھا پہلے مسلمان غالب رہے مگر یوقنا کا پورا لشکر ٹُوٹ پڑا اور دو سَو کے قریب آدمی شہید ہو گئے تو بہت پریشان ہوئے رات ہو گئی تھی اِس لئے لڑائی کل کے واسطے ملتوی ہوئی۔

ابھی صبح نہ ہوئی تھی کہ یوقنا کو معاہدہ کی خبر ملی آگ بگولا ہو گیا اور سب سے کہا کہ قتل عام

کر دونگا مگر اس کی رعیت اسقدر دل برداشتہ تھی کہ سب نے قتل منظور کیا تین سو ۳۰۰ کے قریب حلبی قتل ہوئے ہونگے کہ یوحنا اپنے عبادت خانہ سے باہر نکلا اور بھائی کو سمجھایا مگر اس کی سمجھ میں کیا خاک آیا صاف انکار کر دیا بلکہ یہ کہہ کر کہ تم بھی باغی ہو اس کی گردن اڑا دی۔

اسی دوران میں خالد کا لشکر آپہنچا اور ایک خونریز معرکہ ہوا جس میں تین ہزار حلبی مارے گئے یوقنا پشت کے دروازہ سے قلعہ میں گھسا اور بند ہو گیا ابو عبیدہ کی رائے ہوئی کہ محاصرہ اسوقت تک کرو جب تک یہ لوگ بھوکے نہ مر جائیں مگر خالد کی رائے یہ ہوئی کہ متواتر حملے جاری رہیں یہ بھی ہوا مگر رات کو جب مسلمان سوئے تھے یوقنا نے چھاپہ مارا اور ساٹھ آدمی قتل کر کے پچاس ۵۰ گرفتار کر لے گیا۔

اسکے جواب میں اسی وقت خالد نے سخت حملہ کیا اور بہت سے آدمی قتل کئے یوقنا نے اسکا جواب یہ دیا کہ قیدیوں کی گردن کاٹ کر سر فصیل سے نیچے پھینک دیئے۔

پانچ مہینہ تک حلب کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا مگر سب بیسود تھا مجبوراً ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اجازت ہو تو محاصرہ اُٹھا لیا جائے امیر المومنین نے اجازت نہ دی کچھ امدادی فوج روانہ کر دی جس کے بعد بھی سینتالیس روز محاصرہ رہا۔

ابو عبیدہ محاصرہ کی حالت میں پریشان تھے کہ ایک شخص نے جس کا نام واقس ابوالہول تھا آکر عرض کیا اگر آپ مجھ کو ۳۳ آدمی دیدیں تو میں اس قلعہ کا معاملہ دم بھر میں ختم کر دوں اس کی درخواست منظور ہوئی اور اس کی تجویز کے موافق مسلمانوں نے اپنی فوج تین میل پیچھے ہٹا لی رات کو واقس آدمیوں کو ساتھ لے اندر گھس گیا اور بکری کا چمڑا نکال اوڑھ لیا اور کتا بن کر چلا اسی طرح اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی قلعہ کے نیچے پہنچ کر اپنے اوپر ایک آدمی کھڑا کیا اس کے اوپر دوسرا پھر تیسرا یہانتک کہ اوپر کا آدمی قلعہ میں داخل ہوا اور دروازہ کھول دیا یہاں دیکھا تو یوقنا بیٹھا شراب پی رہا تھا واقس نے ارادہ کیا کہ تیر مارے مگر ہمت نہ پڑی اتنی دیر میں خالد بھی فوج لے کر اندر گھس گئے اور سب سے پہلا شخص جو اسلام پر ایمان لایا وہ

یوقنا ہی تھا۔

(۵۴)

مجھ کو تو پہلے ہی سے یقین تھا کہ خدا کی زبردست قوت مُردے کو زندہ کر سکتی ہے خود طبیب تمہاری صحت سے مایوس تھا حق یہ ہے کہ خدا ہی کی قُدرت کے کرشمہ ہیں۔

بلقیسیا۔ اس سے زیادہ ظلم شاید دُنیا میں کسی پر نہ ہُوا ہوگا جو پیٹر نے مجھ پر کیا۔

اسعد۔ ہاں بتاؤ تو سہی کیا ہُوا تھا۔

بلقیسیا۔ ہُوا کیا سنگدل نے صرف اسی بحث میں کہ اسلام چھوڑ اُلٹا کر کنوئیں میں پھینکدیا مجھ کو بس اتنا تو یاد ہے مگر گرنے کے بعد کی خبر مجھ کو نہیں ہے۔

اسعد۔ اب تم پیٹر کی بابت کیا کہتی ہو۔

بلقیسیا۔ میں جب تک زندہ ہوں اس کے شوہر ہونے سے انکار نہیں کر سکتی۔

اسعد۔ خیر تو اللہ کی مرضی۔

بلقیسیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہی خواہش میری جان کے ساتھ ہے۔

اسعد۔ وہ کونسی۔

بلقیسیا۔ وہی تمہارے ...... متعلق۔

اسعد۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک سپاہی آیا اور اسعد کو اطلاع دی کہ آپ کے افسر قاسم یاد کر رہے ہیں اسعد گیا تو قاسم نے کہا۔

تُم اِس شخص کو جانتے ہو۔

اسعد۔ جی ہاں جانتا ہوں۔

قاسم۔ کون ہے۔

اسعد۔ پیٹر۔

قاسم۔ اور کیا جانتے ہو۔

اسعد۔ یہ میرے مہمان رہ چکے ہیں۔

قاسم۔ کب اور کیوں۔

زخمی ہو کر علاج کے واسطے۔

قاسم۔ اِن کی بیوی تمہارے پاس ہے۔

اسعد۔ ہاں ہے۔

قاسم۔ کیوں ہے۔

اسعد۔ اِس نے دو تین مرتبہ اِس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا وہ دونوں مرتبہ میرے ہاتھ لگ گئی میں اِس کو لے آیا اور خدا نے فضل کیا۔

قاسم۔ اب وہ تندرست ہے۔

اسعد۔ جی ہاں۔

قاسم۔ تو اب واپس کرو۔

اسعد۔ مگر وہ مسلمان ہو چکی۔

قاسم۔ کوئی گواہ ہے۔

اسعد۔ اِس کا خود اقرار موجود ہے۔

قاسم۔ میں تمہارے ساتھ اِس کے پاس چلوں۔

اسعد۔ ضرور۔

قاسم۔ اسعد اور پیٹر تینوں بلقیسیا کے پاس آئے اور قاسم نے اِس سے کہا۔

یہ کون شخص ہے تم جانتی ہو۔

بلقیسیا۔ یہ پیٹر میرا شوہر ہے۔

اسعد۔ مگر نکاح نہیں ہوا۔

بلقیسیا۔ میں اس تجویز کو بھی جو والدین کر گئے نکاح سے کم نہیں سمجھتی۔

اسعد نے اسوقت ایک حسرت بھری نظر بلقیسیا کے چہرہ پر ڈالی اور اسکو ایسا معلوم ہوا گویا اس کی روح قبض ہو رہی ہے کچھ دیر تامل کے بعد بلقیسیا نے کہا۔

والدین کے انتخاب سے انکار میری شرافت پر دھبہ سا ہے اور میرا یقین ہے کہ ان کی روحیں لرز اٹھیں گی لیکن یہ اقرار یقینی ہے کہ میں اسعد کی لونڈی ہوں۔

قاسم۔ تم مسلمان ہو۔

بلقیسیا۔ الحمد للہ۔

قاسم۔ اگر اسلام تم کو اس شوہر سے علیحدہ کرے۔

بلقیسیا۔ تو مجھے عذر نہیں۔

پیٹر۔ مگر میں خود مسلمان ہوتا ہوں۔

قاسم۔ تو میں سب سے پہلے تم کو مسلمان کرتا ہوں

پیٹر نے باآواز بلند کلمہ پڑھا اور قاسم نے دعا کی کہ خدا اس کو اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

اس کے بعد قاسم نے پیٹر کو کہا آپ کی بیوی آپ کو مبارک ہو لیجائیے۔

پیٹر۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ آج جشن فتح میں میں بھی شریک ہوں اور میرا نکاح آپ ہی پڑھا دیجئے۔

یہ عجیب منظر تھا پیٹر نے بلقیسیا کو اپنے ساتھ لیا اسکی آنکھ سے آنسو رواں تھے وہ چلتے چلتے اسعد کے قدموں میں گری اور کہا دلونکا حال جاننے والا خدا کے سوا کوئی نہیں مینے اپنی خواہش صرف صداقت پر قربان کی ہے۔

اسعد کی آنکھوں میں بھی دنیا اندھیر تھی وہ کچھ جواب نہ دیسکا اور صرف اتنا کہا اچھا۔

"خدا حافظ"

قاسم نے اپنے خیمہ کے پاس دولہا دولہن کا خیمہ لگوا دیا اور عصر و مغرب کے مابین نکاح ہو گیا ؏

(۵۵)

آفتاب غروب ہو چکا تھا قاسم نماز مغرب کے بعد اپنے خیمہ میں تن تنہا ایک عورت سے اسی طرح گفتگو کر رہا تھا۔

تم کو طیبہ ہی میں قیام کرنا چاہیئے تھا جب پہنچ گئی تھیں تو چلی کیوں آئیں۔

عورت۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی کیا ہو سکتی تھی کہ عمر کا یہ آخری حصہ روضہ اقدس پر بسر ہوتا مگر وطن کے دیکھنے کی آرزو تھی صرف ایک ہفتہ

کے واسطے جا رہی ہوں۔

قاسم۔ آج تو ہمارے ہاں نکاح تھا تم نے سنا ایک شخص مسلمان ہوا ہے جسکا نام پیٹر ہے۔

عورت۔ پیٹر کون پیٹر میں تو دیکھوں۔

قاسم عورت کو لیکر باہر نکلا اور پیٹر کے خیمہ میں گیا تو چند لمحہ تک تینوں کے تینوں سناٹے میں تھے عورت بھی بلقیسیا بھی اور پیٹر بھی دفعتاً بلقیسیا لپکی اور کہا میری "ما سعمیٰ"۔

عورت۔ ارے میری بچی بلقیسیا۔

دونوں دیر تک لپٹے روتے رہے اسکے بعد عورت نے کہا سردار یہ میری بچی ہے اور اسکی داستان نہایت دلچسپ آپ اسکو اپنے ساتھ لے چلیں تو میں مفصل کیفیت عرض کروں یہ نکاح جائز نہیں۔

پیٹر۔ کیا۔

عورت۔ تم دونو حقیقی بہن بھائی ہو۔

بلقیسیا۔ میری بزرگ ما کیا واقعی۔

سعمیٰ۔ ہاں۔

قاسم۔ اس کا ثبوت۔

سعمیٰ۔ سب موجود ہے۔

قاسم۔ کیوں پیٹر تم اس عورت کو جانتے ہو۔

پیٹر۔ ہاں یہ سعمیٰ ہیں بلقیسیا کی ما۔

معاملہ اسی وقت نائب سپہ سالار کے سامنے گیا سعمیٰ نے تمام کیفیت بیان کی تمام جماعت دنگ تھی اسی وقت دو آدمی ربہ روانہ کئے گئے عامل طلب کیا گیا صندوقچی کھولی گئی تو یہ پرچہ موجود تھا۔

بلقیسیا میرے پیٹ کی بچی ہے اسکا گواہ کلیسیا کا راہب اور دیوار ونکی تحریر ہے میرے شوہر نے اسکا نکاح پیٹر سے تجویز کیا جو میرے پیٹ کا بچہ اور اسکا حقیقی بھائی ہے پر موز میرا شوہر چونکہ لڑکیوں کی جان کا دشمن ہے اسلئے بلقیسیا کی ولادت ابتک ظاہر نہ کر سکی اور اب بھی یہ راز افشا نہیں کر سکتی مگر یہ کہدیتی ہوں کہ بلقیسیا پیٹر کیواسطے حرام ہے۔

قاسم دو شخصوں کو لیکر گرجا میں گیا تو واقعات ٹھیک تھے۔ اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ بلقیسیا کا نکاح اسعد سے پڑھایا گیا نکاح کے بعد اسعد نے فرط مسرت میں بلقیسیا سے کہا۔

تم نے دیکھا میرا خدا میرے ساتھ تھا کس طرح مردہ کو زندہ کیا۔

بلقیسیا نے گردن نیچے کر لی مسکرائی اور کہنے لگی کہا خدا تمہارا ہی ہے میرا نہیں ہے +

ختم شد

(۸) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹر ایٹ لاء گجرات (۹) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب
بیرسٹر ایٹ لاء لاہور (۱۰) پروفیسر شیخ محمد جمیل صاحب اوورسیر کنوڈ جی-آئی-پی ریلوے
(۱۱) رحمت علی خانصاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ (۱۲) ایک خاتون
معرفت ایڈیٹر صاحب صوفی (۱۳) ملک محمد اکرم خانصاحب زیلدار پنڈی بہاؤالدین
(۱۴) بابو معراج الدین صاحب کلرک لوکو سپرنٹنڈنٹ آفس یوگنڈا ریلوے کلینڈائن ممباسہ
(۱۵) پسران ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی مشترک نام سے (۱۶) محمد عبدالستار صاحب
جنرل مرچنٹ لداخ (۱۷) ڈاکٹر عبدالواحد صاحب پاپولر ڈسپینسری سری نگر کشمیر
(۱۸) باغ دین صاحب یوبا یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۱۹) نورالدین صاحب براڈرک
امریکہ (۲۰) فوجدار خانصاحب براڈرک امریکہ (۲۱) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی
(۲۲) پیر بخش ولد فیض محمد صاحب براڈرک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۲۳) سردار محمد عبداللہ
خانصاحب بہادر لوکل انسپکٹر آفیسر آف اکونٹس بصرہ (۲۴) مولانا محمد محی الدین صاحب
ریٹائرڈ چیف جسٹس ہائیکورٹ دکن حال دہلی (۲۵) ڈاکٹر عبدالرشید صاحب خلف الرشید
جنگو میاں صاحب ایچ-ایم-بی-بلگام والہ-ہوبلی ڈہاروار (۲۶) نور محمد عبداللہ صاحب
لکھنا سوئی ہؤس میمن واڈروڈ بمبئی ۳ (۲۷) اہلیہ خانصاحب نصیر احمد خانصاحب
معرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۸) صدیق احمد خانصاحب ایچ-پی-یو معرفت تحصیلدار
صاحب موگہ (۲۹) مولوی محمد حسین صاحب خوشنویس عادل گڈھ ضلع گوجرانوالہ (۳۰)
منشی وہاب بیگ صاحب سپروائزر جی-آئی-پی ریلوے بھوساول (۳۱) بیگم صاحبہ
صاحبزادہ آباد احمد خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس آفتاب منزل علیگڈھ
(۳۲) منشی نواب علی خانصاحب ٹھیکہ دار نام پلی دیوی باغ حیدرآباد دکن (۳۳)
محمد خان شنوانی صاحب براڈرک امریکہ (۳۴) جناب محمد ابراہیم صاحب کاکازئی
آنریری مجسٹریٹ میرپور خاص سندھ (۳۵) مہرالدین صاحب ولد بدر بخش صاحب

براڈرک امریکہ (۳۶) جلال الدین خانصاحب میرپاسولا کیلی فورنیا امریکہ (۳۷) چراغدین
خانصاحب میرپاسولا کیلی فورنیا امریکہ (۳۸) محمد عظیم منشی صاحب منگلباری اسٹیٹ
دارجیلنگ (۳۹) حاجی محمد الدین صاحب چھپرا پورہ کامپٹی (۴۰) مولوی محمد حسین صاحب
کیلی فورنیا امریکہ (۴۱) احمد محی الدین صاحب ولد محمد عثمان صاحب محرر رجسٹری کنڑ
ضلع اورنگ آباد دکن (۴۲) علی محمد صاحب ولد یعقوب علی صاحب موضع آموال
ضلع جالندہر (۴۳) فتح دین صاحب براڈرک امریکہ (۴۴) خان غلام سرور خانصاحب
ہیڈ کنسٹبل تھانہ کھاڑہ ضلع لاہور (۴۵) چوہدری محمد عبداللہ خانصاحب گڈس سپر وائزر
بغداد عربی (۴۶) منشی بوٹے خانصاحب ہیڈ کنسٹبل تھانہ کھاڑہ ضلع لاہور (۴۷)
پیربخش صاحب براڈرک امریکہ (۴۸) ڈاکٹر شیخ محمد اسحاق صاحب سینئر
سب اسسٹنٹ سرجن درجہ اول ریٹائرڈ ساگر چھاؤنی (۴۹) بابو ولی محمد خانصاحب
آئل ڈلیوری کلرک آئل گوڈون جنرل سٹور مغلپورہ لاہور (۵۰) مرزا شاہ محمد صاحب
چک ۸۶ جنوبی ڈاکخانہ کوٹ مومن ضلع شاہپور (۵۱) ولی محمد صاحب ولد یعقوب علی
صاحب موضع ہری پور ڈاکخانہ کوٹ بادل خاں ضلع جالندھر (۵۲) مرزا اظفر حسین
صاحب چک ۹۵ جنوبی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا (۵۳) خانصاحب صوبیدار
ڈاکٹر امام علی خانصاحب سب اسسٹنٹ سرجن محمد پور ضلع اعظم گڈھ (۵۴) عنایت
خانصاحب سیکرے منٹو کیلی فورنیا امریکہ (۵۵) منشی غلام نبی صاحب [illegible] ہیڈ کنسٹبل ریلوے پولیس
دہلی (۵۶) چوہدری ولایت حسین صاحب ٹیچر گورنمنٹ سکول بھیرہ (۵۷) ڈاکٹر غلام نبی خانصاحب
براڈرک امریکہ (۵۸) عبدالحکیم صاحب گاؤں بہاول نگر (۵۹) خانصاحب ڈاکٹر جہان خانصاحب
سب اسسٹنٹ سرجن انچارج پورٹ کیمپ ڈسپنسری مارگل بصرہ عراق (۶۰) مولوی فتح محمد صاحب
امام پلٹن ۱/۴ پنجاب رجمنٹ ساگر چھاؤنی (۶۱) منشی نواب علی خانصاحب ایم-آئی-ایس-اے
نام پالی دیوی باغ حیدرآباد دکن (۶۲) فضل الٰہی صاحب خواجہ معرفت میجر محمد امین [illegible]

جلد درخواستیں بنام منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ منڈی بہاؤالدین پنجاب